24/-

۷۸۶
مدینہ
۹۲

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

سُنّی

تقویۃ الایمان

قادری

علامہ مفتی محمد رضا المصطفےٰ ظریف القادری

مکتبہ قادریہ

نزد میلاد مصطفےٰ چوک سرکلر روڈ گوجرانوالہ

اظہارِ شفقت

از: شیخ الحدیث مولانا مفتی **محمد عبدالقیوم** ہزاروی مدظلہ
ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس عربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم مولانا محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری زید مجدہ، اہل سُنّت وجماعت کے نوجوان فاضل ہیں آپ درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف اور اشاعت وتبلیغ میں بھی سرگرم عمل ہیں اور مخالفینِ اہلسنّت کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھتے ہوئے ہر محاذ پر ان کا تعاقب فرماتے ہیں اس سلسلہ میں انھوں نے متعدّد کتب تصنیف فرمائی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "سُنّی تقویۃ الایمان"، کو جس انداز سے انھوں نے ترتیب دیا ہے وہ اہم ہے اور زیادہ مفید بھی ہے کیونکہ اس سے عوام اہلسنّت اپنے مسلّمہ مسائل وعقائد کو مُدلّل طور پر سمجھ سکیں گے اور کتاب کے سہل اور اختصار کی وجہ سے عقائد ونظریات کو ضبط کرنے میں انھیں آسانی ہوگی جس سے مخالفین کے دجل وفریب کو سمجھنے میں آسانی سے مدد ملے گی۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی خدمت کے لیے مولانا کو مزید توفیق عطا فرمائے اور ان کی عمر اور مساعی جمیلہ کو بابرکت فرمائے۔ آمین

(مُفتی) محمد عبدالقیوم غفرلہٗ
۴ رجب المرجب سنہ ۱۴۱۴ھ

مکتبہ قادریہ
جامعہ مرکز میلادِ مصطفیٰ امرکر روڈ گوجرانوالہ

انتساب

بنام

علومِ جدیدہ و قدیمہ کے عظیم سکالر، سرتاجِ فقہاء

مترجم و مفسّرِ قرآن، سالارِ قافلۂ عاشقاں، فنافی الرسول،

صاحبِ تصانیفِ کثیرہ، حامیٔ سنّت، قاطعِ شرک و

بدعت ــــــــــــ امام شاہ

احمد رضا فاضلِ بریلوی

رضی اللہ عنہٗ

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

محمد رضاء المصطفٰے ظریف القادری

قیمت ــــ 36/ روپے

قیمت خرید ــــ 24/ روپے

بار ہشتم 1000

سخنہائے گفتنی

عرصۂ دراز سے یہ فکر دامن گیر تھی کہ عقائد و نظریاتِ اہلسنّت و جماعت پر مشتمل ایک ایسی جامع، عام فہم اور دلائل و براہین سے مزین کتاب منظرِ عام پہ آنی چاہیئے جو جہاں عقائد کی تفہیم کے لئے ایک بہترین راہنما اور اس سلسلہ میں خانگی معلم و آموزگار ثابت ہو ساتھ ہی ساتھ نجدی تقویۃ الایمان کے زہریلے اثرات کے ازالہ کے لئے زبردست تریاق بھی واقع ہو۔ بحمدہٖ تعالیٰ اپنی کم مائیگی و بے بضاعتی اور عدیم الفرصتی کے باوجود خدائے لایزال پر توکل کرتے ہوئے کتاب کا نام "سُنّی تقویۃ الایمان" تجویز کر کے کام شروع کیا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت سے پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ فقیر اس موقع پر پیرِ طریقت مجاہدِ اسلام، مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب زیدمجدہٗ استاذ العلماء مولانا مفتی حاکم علی صاحب رضوی، شیخ الفقہ مولانا مفتی محمد عبداللطیف صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا قلبی گہرائیوں سے شکر گزار ہے۔ جن کی پُرخلوص دُعاؤں اور مشوروں نے کتاب کو مفید سے مفید تر بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ نیز بندہ، خطیبِ پاکستان مولانا محمد اکرم رضوی صاحب، خطیبِ اہلسنّت مولانا محمد صفدر رضا۔ ایم اے، مناظرِ اسلام علامہ محمد عباس صاحب رضوی، مجاہدِ اہلسنّت مولانا حافظ محمد منور رضا صاحب تبسم، مجاہدِ اہلسنّت مولانا محمد یعقوب صاحب رضوی، نامور مصنف و مبلغ مولانا حافظ محمد اشرف رضا صاحب آف راہوالی، مقررِ شعلہ بیان مولانا حافظ محمد فیاض الحسن صاحب

حافظ آبادی ، اور برادر اکبر چوہدری محمد شریف صاحب پرنسپل:
شاہد نیشنل ہائی سکول گوجرانوالہ ، اور برادر اصغر چوہدری محمد ریاض
صاحب سپرنٹنڈنٹ پنجاب پولیس کا بھی ممنون و مشکور ہے جو
فقیر کی دینی خدمات کے سلسلہ میں ہر لحاظ سے حوصلہ افزائی
فرماتے رہتے ہیں ۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْجَزَاءِ ۔

محمد رضاء المصطفٰی ظریف القادری

ڈائریکٹر پاک سُنّی اکیڈمی ، پاکستان

قرآن مجید کا لفظی ترجمہ سمجھنے اور پڑھنے کیلئے

ترجمۂ قرآن مجید کا نام

نُور الایمان

یاد رکھیں

اور

اپنے قریبی بُک اسٹال سے حاصل فرمائیں

ناشر: مکتبہ قادریہ ، میلاد مصطفٰے چوک ،
سرکلر روڈ گوجرانوالہ

یا اللہ جل جلالہ سلطانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تقدیم

"سنی تقویۃ الایمان"

از مجاہد ملت نباض قوم مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب زینت المساجد گوجرانوالہ

فخر الاماثل مولانا الفاضل علامہ محمد رضاء المصطفٰے ظریف القادری جو بفضلہ تعالٰے متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ اور ان کی زیر نظر تصنیف "سنی تقویۃ الایمان" انکی اپنی تصانیف اور "وہابی تقویۃ الایمان" کے رد میں شائع ہونے والی کتب میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ مولائے تعالٰے بوسیلہ مصطفٰی (علیہ التحیۃ والثناء) ان کے جذبۂ صادقہ ومحنتِ شاقہ کو قبول فرمائے اور "سنی تقویۃ الایمان" کو گمراہوں کے لئے ہدایت وعاشقوں کے لئے تقویتِ ایمان کا ذریعہ بنائے آمین!

"وہابی تقویۃ الایمان":۔ دیابنہ وہابیہ کے ہندی امام مولوی اسماعیل دہلوی کی وہ رسوائے آفاق ومردودِ زمانہ گستاخانہ اور جارحانہ کتاب ہے جس کے متعلق مترجم "انفاس العارفین" سید محمد فاروق قادری ایم۔ اے، نے تحریر فرمایا ہے کہ "اڑھائی سو کتابوں کی ایک ایسی لسٹ میری نظر سے گزری ہے جو تقویۃ الایمان کی تردید میں مختلف زبانوں اور مختلف علاقوں میں لکھی گئی ہیں"۔ (تقدیم انفاس العارفین ص ۱۶) جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہما) کے بھتیجے مولانا مخصوص اللہ صاحب نے تقویۃ الایمان کا رد "معید الایمان" کے نام سے لکھا، اور "تقویۃ الایمان" کا نام قاف کے ساتھ "تفویۃ الایمان ؎" رکھا۔ نیز

؎ برائی اور بگاڑ پھیلانے اور ایمان کو ضائع کرنے والی کتاب الخ

ان کے بقول جب شاہ عبدالعزیز صاحب نے "تقویۃ الایمان" کو سُنا تو فرمایا "اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو (ردِّ شیعہ میں) "تحفۂ اثنا عشریہ" کا سا اس کا ردّ بھی لکھتا"۔ (کتاب مولانا اسماعیل اور "تقویۃ الایمان" از علامہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی)۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ "وہابی تقویۃ الایمان" کس قدر مردود و منحوس اور اپنے نام کے برعکس کتنی ایمان کُش اور ایمان کو ضائع کرنے والی کتاب ہے کہ اس کی زد اور اس کے زہر سے اہلِ اسلام و عشّاقِ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ایمان کی حفاظت کے لئے اکابر عُلماءؒ عرب و عجم نے ہر طرف سے اور اتنی کثرت سے خبیث گستاخانہ کتاب کا رد فرمایا۔ فجزاھم اللہ تعالٰی خیر الجزاء۔

کتاب "تقویۃ الایمان" اور اس کی تردیدی کشمکش میں مسلمانوں میں جو اختلاف تفرقہ اور فتنہ و جھگڑا اٹھا ہوا اس سے مولوی اسماعیل دہلوی کی محبوبانِ خدا سے عداوت، اہلِ اسلام کو خانہ جنگی میں مبتلا کر کے اسلام کو ضعف و نقصان پہنچانے اور اہلِ اسلام کی قوّت کو کمزور کرنے اور ان کے دلوں سے عشقِ رسالت کا جذبہ ختم کر کے دشمنانِ اسلام، یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کی سازش کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے **اس لئے کہ بقول علامہ اقبال** انگریزوں عیسائیوں کی حکمرانی کا سب سے اہم مقصد ہی یہی تھا۔ کہ مسلمانوں کے دلوں سے عشقِ رسالت اور جذبۂ جہاد کو ختم کیا جائے۔ بلکہ عشقِ رسالت کو ختم کرنا ہی جذبۂ جہاد کو ختم کرنا ہے۔ اس لئے کہ عشقِ رسالت کے بغیر جذبۂ جہاد و جذبۂ سرفروشی پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

غلامانِ محمّد (صلے اللہ علیہ وسلّم) جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے

الغرض ابلیس و انگریز کا مسلمانوں کے متعلق یہ مشورہ و پروگرام طے پایا کہ

۵

وُہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں کبھی
رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے دو فرنگی تخیّلات
اسلام کو حجاز و عرب سے نکال دو

اور اسی چیز کو عرب میں محمد بن عبد الوہاب نجدی اور عجم میں اسماعیل دہلوی نے عملی جامہ پہنایا، اور مسلمانوں کے دلوں سے رُوحِ محمدؐ اور عشقِ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نکالنے کی تقریری و تحریری تحریک جاری کی جس کی ایک اہم کڑی "وہابی تقویۃ الایمان" ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ۔

یہی وجہ ہے کہ انگریز نے تقویۃ الایمان اور اس کی اشاعت میں خاص دلچسپی لی۔ چنانچہ صوفی منش بزرگ مولوی شمس الدین (درویش والے) برادر پیر قاضی صدر الدین خلیفہ خانقاہ سراجیہ کُندیاں اپنی کتاب "غلغلہ" میں "تقویۃ الایمان" کے متعلق رقمطراز ہیں کہ "انگریزوں نے مسلمانوں میں سر پھٹول کے لئے ۔۔۔ یہ کتاب لکھوائی۔ ۱۸۵۲ء میں انگریزوں نے رائل ایشیا سوسائٹی لندن سے تقویۃ الایمان انگریزی میں ترجمہ کروا کے اسے دُور دراز تک پھیلایا۔ (بحوالہ ہنٹر پر ہنٹر۔ از سر سید علی گڑھ ص۵)" ● پھر مشرق وسطیٰ کے کے عیسائیوں نے اس کتاب کی تشہیر کے لئے مشہور عربی لغت "المنجد" میں اس کا تذکرہ شائع کیا، اور لکھا کہ اثباتِ توحید اور تردیدِ شرک میں مولانا اسماعیل بن عبد الغنی دہلوی نے بڑا کام کیا اور تقویۃ الایمان کتاب لکھی۔ ملاحظہ ہو کہ "خاندان ولی اللہ کے اکابر اور ان کی تصانیف کو نظر انداز کر کے شاہ اسماعیل اور اس کی تقویۃ الایمان کا تذکرہ عیسائیوں نے ضروری سمجھا۔" (غلغلہ ص۱۸)

ڈاکٹر قمر ایم۔ اے۔ نے عربی میں کتاب "العلامہ فضل حق الخیر آبادی" لکھ کر

یعنی اسماعیل دہلوی کی "تقویۃ الایمان" کے مطابق اس کے نزدیک دین کی تقویت یہ ہے کہ محبوبانِ خدا کو چوہڑے چمار سے تشبیہہ دیتا ہے اور اس کی کتاب "صراطِ مستقیم" درحقیقت "صراطِ شر" ہے جس میں اس نے بحالتِ نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خیالِ مبارک کو گاؤ خر (گائے گدھے) کی صورت میں استغراق سے بدتر قرار دیا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ (والعیاذ باللہ تعالےٰ)

جبرنیلی فتویٰ :- ایک طرف تو مصنفِ "تقویۃ الایمان" کی اہلِ اسلام و پیغمبرِ اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مخالفت وعداوت کا مختصر بیان اوپر گزرا اور دوسری طرف اس کی پیر پرستی اور تکفیر بازی و مشرک گری کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے پیر کی نام نہاد امامت سے اختلاف کرنے والوں کے متعلق یہ جبرنیلی فتویٰ جاری کیا کہ ● "جو شخص آنجناب (سید احمد پیر) کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے یا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرے ● وہ باغی ہے اس کا خون بہانا حلال ہے' اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد ہے :- اس کی ہتک و بےحرمتی کرنی فسادیوں کی ہتک کی طرح ربُّ العباد کی عین مرضی ● کیونکہ ایسے لوگ احادیثِ متواترہ کے حکم سے کُتّے کی چال چلنے والے ملعونین اشرار ہیں ● اس معاملہ میں عاجز کا یہی مسلک ہے۔ لہٰذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے نہ کہ تحریر و تقریر۔ (مکتوبات سید احمد شہید ص۱۶۹ مکتوب ۳۱)

مولانا ابوالحسن ندوی کے پیشِ نظر مکتوب کا جو قلمی نسخہ رہا ہے اس میں کُتّے کی چال چلنے والے (کلاب رفتار) کی بجائے کلابُ النّار ہیں یعنی دوزخ کے کُتّے"۔ (سیرت سید احمد شہید ج۱ ص۵۳۳) **لمحہ فکریہ** :- یہ کیسی اندھیر نگری اور مصنفِ تقویۃ الایمان کے دل میں اہلِ اسلام و پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خلاف شقاوت وخباثت اور ناانصافی بھری ہوئی ہے کہ خود تو شانِ رسالت و

ولایت کے خلاف جی بھر کر کے گستاخی و دریدہ دہنی کرنے اور محبوبانِ خدا کی تحقیر و تنقیص میں کوئی کسر نہ چھوڑنے کے باوجود اس کا ضمیر کوئی خلش اور شرم محسوس نہیں کرتا۔ مگر پیر پرستی کا یہ عالم ہے کہ جو مسلمان اس کے پیر کو "امیر المؤمنین" نہ مانے بیک جنبشِ قلم وُہ باغی و واجب القتل ہے"۔ اس کا قتل کافر کی طرح عین جہاد ہے۔ وُہ شخص صرف دوزخی ہی نہیں دوزخی کتا ہے، اور اس کی ہتک و بے حرمتی ربّ العباد کی عین مرضی ہے۔ اور پیر پر اعتراض کرنے والے کا جواب تحریر و تقریر نہیں بلکہ تلوار کی مار ہے۔ کیا اس سے یہ صاف ظاہر نہیں کہ مصنّفِ "تقویۃ الایمان" کے دل میں محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اتنی بھی عظمت و حیا نہیں جتنی اپنے نام نہاد پیر و امیر المؤمنین کی۔ اور پھر یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ دہلوی مولوی جن کی تنقیصِ شان کرتا ہے اُنہی کی احادیث کے نام سے لوگوں کو مغالطہ دیتا اور اپنے پیر کو واجب الاطاعت ٹھہراتا ہے۔ کیا یہ خود ساختہ شریعت نہیں۔ کیا یہ توحید و حدیث کے نام پر دھوکہ نہیں۔ کیا یہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی نیابت و خارجیت کا شرمناک مظاہرہ نہیں، اور کیا عظمتِ نبوّت کے بالمقابل یہ بدترین پیر پرستی نہیں۔ ع

"ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ"

اس مدلّل و مختصر تقدیم کے بعد اب "سُنّی تقویۃ الایمان" کا مطالعہ فرما کر مستفیض ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ امّا بعد اللہ بزرگ و برتر کی حمد کہ جس کی نہ کوئی جنس ہے نہ ضد نہ قبیلہ نہ ند نہ مثل نہ مثال نہ باپ نہ اولاد۔ جو ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ جو کھلاتا ہے، کھاتا نہیں۔ پلاتا ہے پیتا نہیں۔ سلاتا ہے سوتا نہیں۔ جو جھوٹ، غیبت اور چوری وغیرہ قبائح سے منزّہ اور پاک ہے۔ اور درود وسلام ہو عقیدتِ کائنات کے اُس مرکز پر کہ جس کو حبیبِ خدا امام الانبیاء حاجت روا مشکلکشا زائرِ ذاتِ الٰہ نورِ مجسّم رحمتِ عالم مختارِ جہاں نبیٔ غیب داں جیسے پیارے پیارے حسین وشریف مقامات سے نوازا گیا ہے۔

اور ہزار ہا رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو خدائے ذوالجلال کے اُن پاک بندوں پر جو شریعت وطریقت کے آسمان پر اس طرح چمکے کہ اُن کی ضیا پاشیوں نے کائنات کو جگمگا دیا، اور چشمِ فلک سے اوجھل ہونے کے بعد اپنی برزخی زندگی میں بھی خلقِ خدا کو فیض رسانی سے محروم نہ کیا۔ جو دنیا میں رہے تو شرک و بدعت کی بیخ کنی کرتے رہے، اور ظاہری جہان سے تشریف لے گئے تو پرچمِ توحید و رسالت کو بلند کرتے اور توحید و شرک میں فرق اور اُن کے صحیح مفہوم اور معانی سے آگاہ کرتے گئے۔

توحید کا معنیٰ

توحید کا معنیٰ ہے ایک ماننا ایک جاننا۔ یعنی اس امر کو تسلیم کرنا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، کوئی اُس کا شریک نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں نہ احکام میں نہ اسماء میں۔ وہ واجب الوجود ہے یعنی اُس کا وجود ضروری ہے اور عدم محال، ازلی و ابدی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا اور جب

کچھ نہ ہوگا تو وُہ ہوگا۔

حقیقتِ توحید

توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اُلُوہیّت اور اس کے خواص میں کسی کے بارے بھی اللہ کا شریک ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے۔ (شرح عقائد نسفی ص۲۷)

شرک کا معنیٰ

شرک کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو اُس جیسا ماننا۔ اس جیسا دوسرا اللہ ماننا یہ شرک فی الذات ہے اور اس کی صفات جیسی کسی دوسرے میں صفات جاننا یہ شرک فی الصفات ہے۔ اور ایسے ہی اُس کے افعال، احکام اور اسماء میں کسی کو اُس جیسا تصور کرنا شرک کہلائے گا اور ایسے فعل کے مرتکب کو مشرک کہا جائے گا۔

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں:۔ اَلْاِشْرَاكُ هُوَاِثْبَاتُ الشَّرِيْكِ فِي الْاُلُوْهِيَّةِ بِمَعْنٰى وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ كَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْبِمَعْنٰى اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ۔ (شرح عقائد ص۵۶)

"شرک کرنا یہ ہے کہ الوہیّت میں کسی کو (اللہ کے) واجب الوجود کے معنی میں (شریک) یعنی حصہ دار ثابت کیا جائے جیسا کہ مجوس آگ وغیرہ کے بارے تصور کرتے ہیں۔ یا عبادت کے مستحق ہونے میں شریک ثابت کیا جائے جیسا کہ بتوں کے پجاری بتوں کے بارے خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید متعدّد مقامات پر شرک کی مذمت کرتا ہوا اس کے نقصانات کو بیان کرتا ہے

نقصانِ اوّل

شرک ناقابلِ معافی جرم ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ○

(سورۃ النساء آیت ۱۱۶)

اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اُس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دُور کی گمراہی میں پڑا"۔

نقصان دوم

مشرک کی نیکیاں تباہ خسارہ لازم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :۔

وَلَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ

(سورۃ الزمر۔ آیت ۶۵)

اور بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تُو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تُو ہار میں رہے گا"۔

نقصان سوم

شرک ظلمِ عظیم ہے

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِہٖ وَہُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشۡرِکۡ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ ○ (سورۃ لقمٰن پ ۲۱۔ ۱۳)

اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وُہ نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا ظلم ہے"۔

نقصان چہارم

مشرک پر جنّت حرام

فرمانِ خداوندی ہے :-

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (سورۃ المائدہ پ ۶-۷۲)

بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔ اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنّت حرام کر دی، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں"۔

حضور نبیِ غیب داں صلے اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا

سب سے بڑا گناہ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ الخ (مسلم ج ۱ ص ۶۳، مشکوٰۃ ص ۱۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اللہ کے ہاں کونسا گناہ بہت بڑا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اللہ کا شریک ٹھہراؤ حالانکہ اُس نے تمہیں پیدا فرمایا"۔

❖ ❖ ❖ ❖

جلادیا جائے تو بھی شرک نہ کر

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ۔ (مشکوٰۃ ص۱۸)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا اگرچہ تو قتل کیا جائے اور جلایا جائے۔

سب سے بڑا گناہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ۔ الخ (بخاری ج۲ ص۸۸۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے باپ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کبیرہ گناہوں سے بڑے گناہ کی؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ خبر دیجئے یا رسول اللہ۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔"

باعثِ جنّت یا جہنّم

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ مُوجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں لازم کرنے والی ہیں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لازم کرنے والی کیا ہیں؟ فرمایا جو اللہ کا شریک مانتا ہوا مر گیا وہ آگ میں جائے گا۔ اور جو اس طرح مرا کہ کسی کو

لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (مسلم ج۱ ص۶۶۔ مشکوٰۃ ص۱۵)

"اللہ کا شریک نہیں مانتا وہ جنت میں جائے گا"۔

کبیرہ گناہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَبَائِرُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ (مشکوٰۃ شریف ص۱۷۔ بخاری)

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی، جان کا قتل، گزرے ہوئے زمانہ میں کسی امر پر جھوٹی قسم کبیرہ (گناہ) ہیں"۔

ان آیاتِ مبارکہ واحادیثِ مقدسہ سے معلوم ہوا کہ شرک کبیرہ گناہ وناقابلِ معافی جرم ہے۔ اور شرک کے معنیٰ سے ثابت ہوا کہ شرک تب ہی ہوگا جب اللہ کی ذات کے مقابل دوسرا اِلٰہ مانے گا یا اس کی صفات جیسی مخلوق میں سے کسی میں صفات تصور کرے گا۔ اور اگر خالق ومخلوق، رازق ومرزوق، مالک و مملوک اور معبود وعابد کے فرق کے لحاظ کے ساتھ یہ عقیدہ رکھے گا کہ سمیع وبصیر علیم وحکیم اور قادر ومتصرّف جیسی صفات سے اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر متصف ہے۔ یعنی بغیر کسی کے دیئے اُس کے دستِ قدرت ودائرہ اختیار میں ہیں۔ اور مخلوق میں سے جس میں ان میں سے کوئی صفت یا کئی صفات پائی جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور عطا فرمانے سے ہیں۔ اس حسین فرق وامتیاز سے شرک تو شرک اُس کا شائبہ بھی نہ رہے گا اور متصوّر شرک کا پیمانہ ٹوٹ کر رہ جائے گا۔ چنانچہ علامہ تفتازانی المتوفی ۷۹۱ھ شرکت کی یوں تعریف ووضاحت فرماتے ہیں:۔ اَلشِّرْكَةُ اَنْ يَّجْتَمِعَ اِثْنَانِ عَلٰى شَيْءٍ وَّيَتَفَرَّدَ كُلٌّ مِّنْهُمَا

بِمَا هُوَ لَهٗ دُوْنَ الْاٰخِرِ کَشُرَکَاءِ الْقَرْیَۃِ وَالْمَحَلَّۃِ۔ " شرکت یہ ہے کہ ایک شے پر دو اس طرح جمع ہوں کہ ہر ایک اپنے حصّہ کے ساتھ دوسرے کی حاجت کے بغیر مستقل ہو۔ جیسے محلّہ و بستی کے شرکاء۔ یعنی ایک چیز پر دو ذاتیں برابر کی شریک ہوں"۔

موصوف آگے لکھتے ہیں :۔ بِخِلَافِ مَا اِذَا اُضِیْفَ اَمْرٌ اِلٰی شَیْئَیْنِ بِجِھَتَیْنِ مُخْتَلِفَتَیْنِ کَالْاَرْضِ تَکُوْنُ مِلْکًا لِلّٰہِ تَعَالٰی بِجِھَۃِ التَّخْلِیْقِ وَلِلْعِبَادِ بِجِھَۃِ ثُبُوْتِ التَّصَرُّفِ الخ (شرح عقائد نسفی ص۶۱)

یعنی بخلاف اس صورت کے کہ جب ایک امر کی دو چیزوں کی طرف دو مختلف جہتوں کے ساتھ نسبت و اضافت کی جائے جیسے زمین تخلیق کے لحاظ سے اللہ تعالٰے کی ملک ہے اور ثبوتِ تصرّف کی جہت سے بندوں کی ملک ہے"۔

سمیع و بصیر اور ایسے ہی سمیع و بصیر ہونا یہ خدا تعالیٰ کی بھی صفات ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری جَلّ و عَلا ہے :۔

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ (پ ۲۴ ع ۸) بیشک وہی (اللہ تعالیٰ) سُنتا دیکھتا ہے"

اور یہی صفات اللہ تعالٰے مخلوق کے لیے بھی بیان فرماتا ہے :۔

فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا (پ ۲۹ ع ۱۹) پس کر دیا ہم نے اس کو سُنتا دیکھتا۔

مگر یہ شرک نہیں اور نہ ہی کوئی اس بات کو شرک قرار دے سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہاں بھی جہت و اضافت کا لحاظ فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ کریم ذاتی طور پر سمیع و بصیر ہے اور بندہ اس کی عطاء و تخلیق سے سمیع و بصیر ہے۔

غیب جاننا یونہی بالذات غیب کا جاننا یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ مخلوق کا کوئی فرد بھی اس میں اس کا شریک نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورۃ الانعام۔آیت ۵۹)	اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انہیں وہی جانتا ہے۔ اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتّا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانا نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔"

نیز ارشاد فرماتا ہے :-

لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الکہف۔ ۲۶)	اُسی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب"۔

اور فرماتا ہے :-

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ھود۔ ۱۲۳)	اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے غیب"۔

ان آیات مبارکہ اور ایسی دیگر آیات جن میں اللہ تعالٰے کے عالم الغیب ہونے کا ذکر ہے، کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی ذاتی طور پر غیب کو جاننے والا ہے۔ اور قرآن مجید کی جن آیات سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب جاننے کا پتہ چلتا ہے ان سے مُراد یہ ہے کہ محبوبِ خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کی عطا سے غیب کا علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے عالم ہیں۔ یعنی جو کچھ ہو چکا اُس کو بھی جانتے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے اُس کی بھی خبر رکھتے ہیں کوئی چیز آپ کے علم سے باہر نہیں۔

عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ

ارشادِ خداوندی ہے :-

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ٥ (النسآء - ١١٣)

(اے محبوب) اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے "۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

اَیْ مِنَ الْاَحْکَامِ وَالْغَیْبِ ـــ یعنی احکام اور علمِ غیب ۔

اس آیت کے تحت تفسیر حسینی میں ہے :- یہ "مَا کَانَ اور مَا یَکُوْنُ کا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے شبِ معراج حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا گیا پس ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لیے "۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو شریعت کے علوم کے ساتھ ساتھ غیب کے تمام علوم سے بھی سرفراز فرمایا ہے ۔

اور فرمایا :-

مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ الآیہ (آل عمران ۱۷۹)

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے۔ ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے "۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے پس اس کو غیب پر مطلع فرماتا ہے ۔

اور فرمایا :-

وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ٥ (التکویر - ۲۴)

اور یہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلّم) غیب بتانے میں بخیل نہیں"۔

صاحبِ تفسیر خازن اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

اِنَّہٗ یَأْتِیْہِ عِلْمُ الْغَیْبِ وَلَا یَبْخَلُ بِہٖ عَلَیْکُمْ وَیُخْبِرُکُمْ بِہٖ وَلَا یَکْتُمُہٗ الخ

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے اور تمہیں اس کی خبر دیتے ہیں چھپاتے نہیں"۔

بخیل اُسے ہی کہا جا سکتا ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر وہ مناسب خرچ نہ کرے۔ اور جو خرچ کرے اُسے بخیل نہیں کہا جاتا ۔ قرآن مجید میں اس مقام پر حضور علیہ السلام سے بخل کی نفی اسی لیے فرمائی گئی ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ علم غیب کے خزانے لٹانے میں بخل نہیں کرتے ۔ اور اپنی کریمانہ شان سے غیب کی خبریں بیان فرما دیتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے :-

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۙ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ٥ (الرحمٰن - ۱تا۴)

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کیا، ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا"۔

اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے :-

قَالَ ابْنُ کَیْسَانَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ یَعْنِیْ بَیَانَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ لِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ابن کیسان نے کہا کہ انسان سے مراد محمّد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سے مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے

كَانَ يُبَيِّنُ عَنِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَنْ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ (تفسیر معالم ج۴ ص۲۶۷)	کا بیان ہے۔ اس لیے کہ آپ اوّلین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر دیتے“

مذکورہ آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ خالقِ کائنات نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن سکھایا اور قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ الآیہ۔ (النحل۔ ۸۹)	اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے“

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا فرما دیا۔

اور فرمایا:۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ٥ (الانعام۔ ۵۹)	اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ہے:۔

وَقِيْلَ هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ لِاَنَّ جَمِيْعَ الْاَشْيَاءِ اِمَّا رَطْبَةٌ وَ اِمَّا يَابِسَةٌ۔	رطب و یابس یعنی خشک و تر سے مراد ہر شئے ہے اس لئے کہ تمام اشیا یا تر ہیں یا خشک“

اور کتاب مُبین کی تفسیر میں فرمایا:۔

اِنَّ الْمُرَادَ بِالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ فِيْهِ عِلْمَ مَا يَكُوْنُ وَمَا قَدْ كَانَ الخ (خازن ج۲ ص۲۲)	کتاب مُبین سے مُراد لوحِ محفوظ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے اس میں جو ہو رہا ہے یا ہوگا اور جو ہو چکا ہے (تمام) کا علم لکھ دیا“

اس تفسیر کے مطابق کتابِ مُبین سے لوحِ محفوظ مراد ہے اور وہ نبیٔ غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا ایک حصّہ ہے جبکہ آپ کا علم مبارک اس سے کہیں زیادہ اور وسیع تر ہے چنانچہ عاشقِ صادق امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں قصیدہ بردہ شریف پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ — اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصّہ ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور علمِ قرآن

آپ نے فرمایا:-

لَوْ شِئْتُ لَاَوْقَرْتُ لَكُمْ ثَمَانِيْنَ بَعِيْرًا مِّنْ عِلْمِ النُّقْطَةِ الَّتِيْ تَحْتَ الْبَاۤءِ ۔ (الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ صفحہ ۲۸۲)

"اگر میں چاہوں تو تمہارے لئے اسی اُونٹ (کتابوں سے) اُس نقطہ کے علم سے جو بائے بسم اللہ کے نیچے ہے بھر دوں"۔

سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور علم القرآن

جناب سیّدنا عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور قرآن مجید کے عظیم مفسّر ہیں آپ فرماتے ہیں:-

لَوْ ضَاعَ لِيْ عِقَالُ بَعِيْرٍ لَوَجَدْتُّهٗ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔ (الاتقان ج ۲ ص ۱۶۱)

"اگر میرے اُونٹ کی مہار گم ہو جائے تو یقیناً میں اُسے قرآن مجید سے پا لوں"۔

یہ ہے حضرت علی و ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علمِ قرآن اور علمی مقام جو نبی نہیں صحابی ہیں۔ جنہوں نے قرآن مجید حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے پڑھا اور سیکھا۔ اب غور فرمائیں جب شاگردوں اور غلاموں کی علمی وسعت اتنی عظیم ہے تو معلّمِ کائنات کے علم و فضل کا مقام کتنا رفیع اور بلند ہوگا۔ مگر عقل و شعور سے محروم اور شانِ رسالت

اور ولایت کے دشمن اور باغی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو ناپنے تولنے کے لئے ترازو اور پیمانے اُٹھائے ڈھنڈورے پیٹتے کہتے پھرتے ہیں آپ کو کوئی علم غیب نہیں۔" اور جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب جانتے تھے اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے۔ سو وُہ جھوٹا ہے[1]۔ انبیاء اور اولیاء کی یا اماموں اور شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وُہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے[2]۔" ایک بے ادب نے میدانِ بے ادبی و گستاخی میں اسپ دوانی کرتے ہوئے یوں لکھا" الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان، ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلادلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے[3]۔

ظالم کا پیٹ اس سے بھی نہ بھرا پھر آگے اپنی قلمکاری کے یوں جوہر دکھائے:۔

"ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ[4]۔

اسی طرح میدانِ گستاخی و بے ادبی کے ایک اور شہسوار نے شانِ رسالت پر حملہ کرتے ہوئے یُوں اپنا ایمان تباہ اور نامۂ اعمال سیاہ کیا:۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب۔

[1] تقویۃ الایمان ص۶۱ [2] ایضاً ص۶۰ [3] براہین قاطعہ ص۵۱ [4] ایضاً ص۵۲

اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص۵)

پیارے اسلامی بھائیو! غور فرماؤ۔ شانِ رسالت مآب علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم اور عظمتِ ولایت کے گستاخ و بے ادب اور منکروں نے کس طرح دیدہ دلیری اور بیباکی سے محبوبانِ خدا کے ساتھ مختلف اندازوں میں دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ جہاں باقی انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اماموں، شہیدوں علیہم الرضوان سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ساتھ ہی ساتھ عظمتِ محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی ڈاکہ زنی کی انتہا کر دی۔ ایک نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لئے علمِ غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو جھوٹا قرار دے دیا، دوسرے نے آپ کے علم کو ملک الموت سے کم بیان کرتے ہوئے شیطان کو رُوئے زمین کا عالم تسلیم کیا۔ ملک الموت اور شیطان کا علم نص سے ثابت ہونا اور امام الانبیاء علیہ و علیہم السّلام کے علم کے لئے کسی نص کا نہ پایا جانا بیان کیا۔ حالانکہ آپ گزشتہ صفحات پر آیاتِ قرآنیہ اور تفاسیر علماءِ حق رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دانائے غیب ہونا بخوبی پڑھ چکے اور مزید دلائل انشاء اللہ آگے مذکور ہوں گے۔ تو تیسرے کے بارے بتانا چاہتا تھا کہ اُس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ مبارک کو بچوں، دیوانوں، پاگلوں، اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دے دی۔ (معاذ اللہ)

دیکھئے یہ لوگ کس قدر غلط عقائد و نظریات کے حامل اور عقل و دانش سے تہی دامن ہیں جو ایک طرف رسولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم کے لئے علمِ غیب کو شرک قرار دے کر آپ سے اُس کی نفی کر رہے ہیں اور دوسری طرف بارگاہِ رسالت پناہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے خادم و نیازمند حضرت ملک الموت علیہ السّلام اور کائنات کے ذلیل ترین

فرد شیطان کے لئے علمِ غیب ثابت کر رہے ہیں۔

خدارا انصاف کیجئے شانِ رسالت میں گستاخی کی ان لوگوں پر کیسی پھٹکار پڑ چکی ہے کہ جو چیز ان کے عقائد میں شرک کہلاتی ہے وہی اُن کے نزدیک عینِ توحید قرار پا رہی ہے۔ حالانکہ پیارے مصطفٰے علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم کا دانائے غیب ہونا جس طرح قرآن سے ثابت ہے اسی طرح احادیث مبارکہ بھی اس امر پر شاہدِ عادل و دلیلِ ناطق ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ افضل الصّلوات واکمل التحیات نے ارشاد فرمایا:۔

آئندہ حالات کا علم

حدیث ۱

اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اَسْمَآءَھُمْ وَاَسْمَآءَ اٰبَائِھِمْ وَاَلْوَانَ خُیُوْلِھِمْ ھُمْ خَیْرُ فَوَارِسَ اَوْمِنْ خَیْرِ فَوَارِسَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ۔ (رواہ مسلم)۔ مشکوٰۃ ص ۴۶۷۔

بیشک ہم ان کے (دجال سے جہاد کی تیاری کرنے والوں کے) نام، ان کے باپ دادوں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتے ہیں۔ وُہ رُوئے زمین پر اس دن بہترین سوار ہیں۔

حدیث ۲

قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۳)

رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا کہ ہم یہ جھنڈا کل اس کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح فرما دے گا اور وُہ اللہ اور اس کے رسُول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسُول اُس سے محبّت فرماتے ہیں۔"

ان احادیثِ مبارکہ سے صاف پتہ چلا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم آنے والے حالات کو جانتے ہیں اور کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے :-

حدیث ۳

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَ اِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔ (شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ج۷ ص۲۰۵)

"اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا۔ پس ہم اس دنیا اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتے ہیں۔"

حدیث ۴

حضرت امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :-

قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَ اَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ۔ (بخاری شریف ج۱ ص۴۵۳)

"نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے، ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا تو ہمیں ابتداءِ پیدائش کی خبر دی۔ یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی لوگ اپنی منزلوں میں۔ جس نے یاد رکھا اُس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا"۔

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "اس جگہ حضور علیہ السلام نے دو۲ قسم کے واقعات کی خبر دی (۱) عالم کی پیدائش کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ (۲) پھر عالم کی انتہا کس طرح ہوگی۔ یعنی از روزِ اول تا قیامِ قیامت ایک ایک ذرہ و قطرہ بیان فرما دیا"۔ (جاء الحق ص۶۷)

بچے کی پیدائش کا علم

حدیث ۵ تَلِدُ فَاطِمَۃُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ غُلَامًا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۷۲)

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے خبر دی کہ فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہا) کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا"۔

بارش کا علم

حدیث ۶ سیّدِ عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے قیامت کی نشانیاں بیان فرماتے ہوئے فرمایا:۔

ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا لَا یَکِنُّ مِنْہُ بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۷۴)

پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے نہ کوئی مٹّی کا گھر بچے گا اور نہ اُون کا"۔

موت اور مرنے کی جگہ کا علم

میدانِ بدر میں قتل ہونے والے کافروں کے بارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے پہلے ہی فرمادیا:۔

حدیث ۷ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰہُ وَھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰہُ۔ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِیْ بَعَثَہٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَؤُا الْحُدُوْدَ الَّتِیْ حَدَّھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ شریف ص۵۴۳)

آپ نے فرمایا کہ انشاءاللہ کل یہ فلاں کے قتل ہونے کی جگہ ہوگی اور انشاءاللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہوگی۔ جناب سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اُس ذات کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگ اُن حدود سے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھیں، بالکل نہ ہٹے"۔

قیامت کا علم

حدیث ۸ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ وَ اَشَارَ وَهْبٌ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى۔

(دارمی۔ ج ۲ ص ۲۲۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نبی کریم علیہ السلام سے مروی آپ نے فرمایا میں بھیجا گیا ہوں اور قیامت ایسے ہے۔ حضرت وہب نے حدیث بیان فرماتے ہوئے درمیانی اور شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ فرمایا"

حدیث ۹ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهُ مَشْهُوْدٌ يَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا. قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔

(ابن ماجہ ص ۱۱۹)

روایت ہے حضرت ابو درداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور کوئی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس سے فارغ ہو جائے ۔۔۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا وصال کے بعد بھی؟ فرمایا اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے. اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں"

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ (۱) قیامت کب آئے گی۔ (۲) بارش کب ہوگی؟ (۳) ماں کے پیٹ میں

کیا ہے؛ (۴) کوئی جان کل کیا کمائے گی؛ (۵) کوئی کہاں مرے گا۔ بعطائے الٰہی حاصل ہیں۔ اور آپ کے بارے ان امور کو نہ جاننے کا دعویٰ و نظریہ غلط اور منشاءِ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ آج اس سائنسی دور میں اگر کوئی مشینری کے ذریعے ایک مُلک میں بیٹھ کر دوسرے ممالک کے حالات معلوم کر لیتا ہے یا کوئی سائنسی ایجادات کے ذریعے معلوم کر لیتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ تو کسی کو شرک نہیں سُوجھتا۔ تو اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان مقام و مرتبہ والے صاحبِ نبوت محبوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کہ جس کے وصفِ نبی کے معنے ہی غیب کی خبریں دینے والے کے ہیں؎ کے لئے ان علوم کے حاصل ہونے کا عقیدہ رکھنے والے مسلمان کے خلاف کفر و شرک کے فتووں کی مشین کیوں حرکت میں آجاتی ہے اور پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان علوم کے حاصل ہونے کا رد کیوں کیا جاتا اور مذاق کیوں اُڑایا جاتا ہے جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نہ کبھی ایسا اعتراض کیا اور نہ طعن و مذاق کیا۔ البتہ یہ کام منافقوں کو سُوجھے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا مذاق اُڑایا اور طعن بھی کیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔

حدیث نمبر ۱

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِھَا فِی الطِّیْنِ کَمَا عُرِضَتْ عَلٰی اٰدَمَ وَ اُعْلِمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّکْفُرُ بِیْ فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالُوْا اِسْتِھْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّہٗ یَعْلَمُ

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ ہم پر ہماری اُمّت پیش فرمائی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی۔ ہم کو بتا دیا گیا کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُن کو لوگوں

؎ المنجد ص ۸۴۷ اَلنَّبِیُّ الْمُخْبِرُ عَنِ الْغَیْبِ۔

مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرُ مِمَّنْ لَمْ يُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهٗ وَمَا يَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِيْ عِلْمِيْ لَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَّأْتُكُمْ بِهٖ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ حُذَافَةُ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِكَ نَبِيًّا فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ۔ (تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۸۲، تفسیر معالم التنزیل برحاشیہ خازن ج ۱ ص ۳۸۱، تفسیر خزائن العرفان پ ۴ ص ۱۱۷، تفسیر نعیمی ج ۴ ص ۵۰۵۔ تفسیر نور العرفان ص ۱۱۷)

کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہو گئی۔ ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے۔ یہ خبر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو پہنچی تو آپ منبر پر جلوہ گر ہوئے، اور خدا کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں۔ اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے، ہم تم کو خبر دیں گے۔ عبداللہ ابن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا حذافہ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ ہمیں معاف فرمائیے اللہ آپ کے درجات بلند فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم باز آجاؤ گے کیا تم باز آجاؤ گے پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے“۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے عالمِ ماکان و مایکون ہونے پر ذرّہ بھر بھی شک نہ تھا اور وُہ آپ کی وسعتِ علمی کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ جبکہ منافق لوگ اپنی باطنی خباثت کی وجہ سے آپ کے علمِ غیب شریف کا انکار کرتے اور مذاق اڑاتے تھے۔ آج کل کے منکرینِ علمِ غیبِ نبوی کو فیصلہ کرنا چاہئیے کہ وہ کس گروہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کو منافقین کے نفاق و دلی کیفیات سے آگاہ فرما دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو نام لے لے کر مسجد سے نکال دیا تھا۔ اس طویل حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ سیّدنا عبداللہ کے باپ حذافہ ہی ہیں یہ ایسی بات ہے، جو عبداللہ کی ماں کے سوا کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ مگر رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باذنِ الٰہی اس پر بھی مطلع ہیں جس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ آپ کو بعطائے الٰہی علومِ خمسہ حاصل تھے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام اور علمِ غیب

قرآن مجید سیّدنا عیسٰی علیہ السلام کے غیب جاننے کو یُوں بیان فرماتا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ الآیہ

(آل عمران ۴۹)

اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اُس کی جو کھاتے ہو تم اور جو جمع کرتے ہو تم اپنے گھروں میں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پاس بچے بہت سے جمع ہو جاتے تھے آپ انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے فلاں چیز تمہارے لئے اٹھا رکھی ہے بچے گھر جاتے گھر والوں سے وُہ چیز مانگتے، گھر والے وُہ چیز دیتے اور اُن سے پوچھتے کہ تمہیں کس نے

بتایا؟ بچّے کہتے حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے۔ تو لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ کے پاس آنے سے روکا اور کہا وُہ جادوگر ہیں اُن کے پاس نہ بیٹھو، اور ایک مکان میں سب بچوں کو جمع کر دیا۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام بچوں کو تلاش کرتے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا کہ وُہ یہاں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے کہا خنزیر ہیں۔ فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ اب جو دروازہ کھولتے ہیں تو سب خنزیر ہی تھے۔

ثابت ہوا کہ غیب کی خبریں دینا انبیائے کرام علیہم السّلام کا معجزہ ہے۔ کوئی بشر انبیائے کرام علیہم السّلام کی وساطت کے بغیر امورِ غیبیہ پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اولیائے کرام علیہم الرضوان کبھی جو غیب کی خبریں دیتے ہیں تو وُہ سب انبیائے کرام علیہم السّلام کی وساطت کی برکت اور فیضان کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

اِطِّلَاعُ الْعَبْدِ عَلٰی غَیْبٍ مِّنْ غُیُوْبِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِنُوْرٍ مِّنْہُ بِدَلِیْلِ خَبَرِ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ، لَا یَسْتَغْرِبُ ۔ وَھُوَ مَعْنٰی کُنْتُ بَصَرُہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ۔ الخ

(زرقانی۔ شرح مواہب)

عبدِ کامل کا اللہ تعالےٰ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا کوئی تعجّب کی بات نہیں اس حدیث سے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وُہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہی حدیث کے معنی ہیں کہ اللہ کریم فرماتا ہے "میری رحمت اس کی آنکھ بن جاتی ہے جس سے وُہ دیکھتا ہے، اُس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس اُس کا غیب پر مطلع ہونا کیا بعید ہے۔"

امام عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ

نقل فرماتے ہیں حضرت عزیزان رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ زمین اولیاء کے گروہ کے سامنے ایک دستر خوان کی طرح ہے۔ اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ روئے زمین ناخن کی مثل ہے اور کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ (نفحات الانس ص۱۸۴)

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

اطلاع بر لوحِ محفوظ و دیدنِ نقوش۔ نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است ۔ (تفسیر عزیزی پ۲۹۔ سورہ جن)

لوحِ محفوظ کی خبر رکھنا اور اس کی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریقِ تواتر منقول ہے"۔

اِن دلائل سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السّلام بالخصوص امامُ الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام غیب کا علم رکھتے ہیں اور اولیائے کرام بھی ان محبوبانِ خدا جلّ وعلا کی وساطت سے غیب کی خبریں دیتے ہیں۔ لہٰذا اِن حضرات کے بارے غیب جاننے کا عقیدہ رکھنے والے سچّے اور حق مذہب پر قائم ہیں۔ اور جو یہ کہے کہ نبیوں، اماموں اور شہیدوں کے غیب جاننے کا عقیدہ رکھنے والا (معاذاللہ) جھوٹا ہے، وُہ خود جھوٹا کذّاب، قرآن وحدیث اور کُتب علمائے اسلام سے جاہل وبے خبر ہے۔

وہابی مولوی کو علمِ غیب

فضل الدین زمیندار سکنہ مآن کا بیان ہے کہ "میرے پاس کوئی گائے بھینس نہ تھی کہ گھر والوں کو دودھ گھی مل سکتا۔ پاس کوئی رقم بھی نہ تھی کہ گائے بھینس خریدی جا سکتی۔ ایک بوڑھی سی بھینس تھی جس سے ہم مایوس ہو چکے تھے کہ وُہ اب گابھن نہیں ہو سکتی کیونکہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے۔ میں نے مولانا (غلام رسول) قلعوی سے عرض کیا کہ دعا کریں خدا کوئی دودھ گھی کا انتظام کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری وہی بھینس گابھن ہو چکی ہے اور عنقریب بچہ دینے والی ہے۔ وُہ مدّت

تک دُودھ دیتی رہے گی، تم فکر نہ کرو۔ فضل الدین کا بیان ہے کہ سچ مچ تھوڑے ہی دنوں میں وُہ بھینس دودھ دینے لگی۔ اور قریباً گیارہ دفعہ اس کے بعد سوئی (بچّہ دیا)، اور مدّت دراز تک دُودھ دیتی رہی۔ (کرامات اہلحدیث ص۱۲)

دیوبندی عالم کو علمِ غیب

"کہ حضرت (مولوی احمد علی لاہوری) نے ایک روز خلوت میں فرمایا مولوی حبیب اللہ صاحب (حضرت کے صاحبزادے) مدینہ منورہ میں رہتا ہے۔ جب کبھی خط کو دیر ہو جاتی ہے تو اُس کی والدہ پریشان ہو جاتی ہے اور مجھ سے پُوچھتی ہے اُس کا کیا حال ہے؟ تو میں اللہ کے فضل وکرم سے پانچ منٹ میں بتا دیتا ہوں کہ وُہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے"۔ (ماہنامہ "الرشید" لاہور (دارالعلوم دیوبند نمبر) ص۵۶۵)

وسیلہ تلاش کرنا

شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والتّسلیم کے مطابق بارگاہِ ربوبیّت میں دُعا اور کسی چیز کے سوال کے وقت وسیلہ اختیار کرنا قرآن وحدیث، کُتبِ اسلاف اور عملِ سلف وخلف سے ثابت ہے یعنی خداوند تعالیٰ کے حضور یوں عرض کرنا اے خالق ومالک تجھے تیرے پیارے محبوب حضرت خواجۂ کونین صلے اللہ علیہ وسلم کا صدقہ یا جناب ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، جناب مشکلکشا امیرالمؤمنین حضرت علی شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقے میری دعا قبول فرما، اور میری حاجت کو پورا فرما"۔ یا یُوں عرض کرنا "اے پروردگار سیّدنا امام ابوحنیفہ، جناب غوث اعظم سیّدنا امام ربّانی حضرت داتا ہجویری، حضور خواجہ اجمیری، اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے وسیلہ جلیلہ سے ہماری دُعا قبول فرما اور ہمیں فلاں نعمت اور فلاں شے عطا فرما"۔ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ

اللہ تعالیٰ اس امر کی ایمان والوں کو یوں رغبت دلاتا اور وسیلہ تلاش کرنے کا حکم فرماتا ہے :-

آیت ۱

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور
اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ	اس کی طرف وسیلہ تلاش
وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (المائدہ ۳۵)	کرو۔"

اس آیت کریمہ میں وسیلہ تلاش کرنے کے مُطلق حکم اور ذکر سے معلوم ہُوا کہ بارگاہِ خداوندی میں اعمالِ صالحہ اور اللہ کریم کے پیارے بندوں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان کو بطورِ وسیلہ پیش کرنا منشاءِ خداوندی ہے۔

آیت ۲

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ	اور اگر جب وُہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو
ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ	اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ	پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن
اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا	کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت
اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ○ (النساء ۶۴)	توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں"۔

اس آیت مبارکہ میں گناہوں سے استغفار اور ظلم پر معافی ملنے کا راستہ بتایا گیا یعنی اے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والو اگر ایسا کر چکے ہو تو بارگاہِ رسالت کی حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہوئے دامنِ مُصطفوی علیہ السلام کو تھام کر بارگاہِ غفار میں استغفار کرو اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمہاری مغفرت کی دعا فرمادیں تو مولیٰ کریم محبُوب علیہ السلام کی اس ادائے سفارش و دُعا کے تصدّق تمہیں معاف فرمادے گا۔ اور پھر دور و نزدیک کی کوئی قید نہیں۔ اپنی جان پر ظلم کرنے والا قریب علاقہ سے آئے یا دور سے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ طیبہ میں آئے یا تاقیامِ قیامت، جب بھی آکر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار

کرے گا خالی جھولی واپس نہیں جائے گا چنانچہ جناب امیر المومنین سیدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں سرور صلے اللہ علیہ وسلم کے دفن کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور قبر پر گر پڑا اس کی خاکِ پاک اپنے سر پر ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ اپنے رب سے سنا وہ میں نے آپ سے سنا اور آپ نے جو کچھ خدا سے یاد کیا میں نے آپ سے یاد کیا اور وہ یہ آیت ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ الآیۃ۔ میں نے اپنے اُوپر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرے لیے استغفار فرمائیں۔ قبر شریف سے ایک آواز آئی قَدْ غُفِرَ لَكَ یعنی تجھے بخش دیا گیا۔ (جذب القلوب ص ۲۲۶)

آیت ۳

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (البقرہ آیت ۳۷)	پھر سیکھ لیے آدم (علیہ السّلام) نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں علّامہ جلال الدّین سیوطی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں:۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذْنَبَ اٰدَمُ الذَّنْبَ الَّذِیْ اَذْنَبَهٗ رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِیْ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ وَمَنْ مُحَمَّدٌ فَقَالَ تَبَارَكَ اسْمُكَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَاْسِیْ	حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب آدم علیہ السّلام سے لغزش واقع ہوئی تو آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو عرض کیا اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دے۔ اللہ کریم نے آپ کی طرف وحی فرمائی محمد صلے اللہ

حضرت آدم علیہ السلام کی نبی ... صلی اللہ علیہ ... کے وسیلہ ... جلد ... تفسیر ...

إِلَى عَرْشِكَ فَإِذَا فِيْهِ مَكْتُوْبٌ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ أَنَّهٗ لَيْسَ أَحَدٌ أَعْظَمَ عِنْدَكَ قَدْرًا مِّمَّنْ جَعَلْتَ اسْمَهٗ مَعَ اسْمِكَ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ يَا آدَمُ أَنَّهٗ آخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَا هُوَ مَا خَلَقْتُكَ ۔ (در منثور ۔ ج ۱ صـ ۵۷)

علیہ وسلم) کون ہیں؟ آپ نے عرض کیا اے اللہ! تیرا نام بابرکت ہے جب تو نے مجھے پیدا فرمایا میں نے اپنا سر تیرے عرش کی طرف اٹھایا تو اس میں لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الخ لکھا ہوا تھا۔ پس میں نے جان لیا کہ اس ذات سے جس کا تو نے نام اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے زیادہ قدر و منزلت والا تیرے ہاں کوئی نہیں اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اے آدم وہ تیری اولاد میں سے آخری نبی ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ فرماتا۔"

آیت ۱۲

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرہ آیت ۸۹)

اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا، اُس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔"

پیدائش کے قبل وسیلہ قبول

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:۔

إِنَّ الْيَهُوْدَ مِنْ قَبْلِ مَبْعَثِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنُزُوْلِ الْقُرْاٰنِ كَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ أَيْ يَسْأَلُوْنَ الْفَتْحَ وَالنُّصْرَةَ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ افْتَحْ

بیشک یہودی رسولِ کریم علیہ السلام کی تشریف آوری اور قرآن مجید کے نزول سے پہلے آپ کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح و نصرت حاصل کرنے کی دعا کرتے تھے۔ "اے اللہ!

عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔ نبیِ اُمّی کا صدقہ ہمیں فتح و مدد عطا فرما۔"

(تفسیر کبیر جز ۱)

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث ۱

اَتیٰ رَجُلٌ اَعْرَابِیٌّ مِنْ اَهْلِ الْبَدْوِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلَکَتِ الْمَاشِیَۃُ هَلَکَ الْعِیَالُ هَلَکَ النَّاسُ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَیْہِ یَدْعُوْ وَرَفَعَ النَّاسُ اَیْدِیَهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْنَ

ایک دیہاتی رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جمعہ کے دن حاضر ہوا تو اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ مویشی ہلاک ہو گئے اہل و عیال ہلاک ہو گئے لوگ خستہ حال ہو گئے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی اور لوگوں نے بھی رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اُٹھائے اور دُعا کی"۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۴۰)

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب خشک سالی کی آزمائش پیش آتی تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ خداوندی جلّ و علا میں بطور وسیلہ پیش کر کے عرض کیا کرتے :-

حدیث ۲

اَللّٰهُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ

اے اللہ بیشک ہم تیری بارگاہ میں اپنے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بطورِ وسیلہ

بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ (بخاری ج۱ ۔ ص۱۳۷)	پیش کرتے تھے تو اے اللہ تو ہمیں بارش عطا فرماتا ۔ اور بیشک اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کو بطورِ وسیلہ پیش کرتے ہیں پس ہمیں بارش عطا فرما، تو اُن پر بارش برسائی جاتی ۔"

شرکِ اصغر

ریاکاری جسے اسلام میں شرکِ عملی، شرکِ خفی اور شرکِ اصغر سے تعبیر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ بہت بڑا جرم اور خداوند کریم جلّ وعلا کے قہر وغضب کا باعث ہے ۔ اور اس سے عبادت چاہے مالی ہو یا بدنی، بے کار و مردود ہو جاتی ہے اور ایسے ریاکار عابد کے لئے ہلاکت وتباہی کا سبب ہو کر رہ جاتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :-

آیت ۱	فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ (سورۃ الماعون پ۳۰)	تو اُن نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے ۔"
آیت ۲	وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (النسآء آیت ۳۸)	اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت پر ۔"

پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

حدیث ۱

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ ـ (رواہ احمد) (مشکوٰۃ ص ۴۵۵)

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں مَیں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو دکھلاوے کے لئے نماز پڑھے اُس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے روزہ رکھے اُس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے صدقہ دے اُس نے شرک کیا۔"

حدیث ۲

وَعَنْهُ اَنَّهٗ بَكٰى فَقِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَذَكَرْتُهٗ فَاَبْكَانِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِي الشِّرْكَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُشْرِكُ اُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ نَعَمْ اَمَا اِنَّهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا حَجَرًا وَّلَا وَثَنًا

انہی سے روایت ہے کہ وُہ روئے۔ اُن سے کہا گیا کہ آپ کو کیا چیز رُلاتی ہے فرمایا وُہ بات جو میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنی وُہ مجھے یاد آگئی، اُس نے مجھے رُلادیا میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ میں اپنی اُمت پر شرک اور خفیہ شہوت کا خوف کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کی اُمّت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ فرمایا ہاں۔ خیال رہے کہ وہ لوگ نہ سورج کو پوجیں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بُت کو

وَلٰكِنْ يُّرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ وَ الشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اَنْ يُّصْبِحَ اَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَهٗ شَهْوَةٌ مِّنْ شَهْوَاتِهٖ فَيَتْرُكُ صَوْمَهٗ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۵۶)	لیکن ریاکاری کریں گے۔ اور خفیہ شہوت یہ ہے کہ ان میں سے ایک روزہ رکھے گا پھر اس کے سامنے اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش آجاوے گی تو وہ اپنا روزہ چھوڑ دے گا"۔
حدیث ۳ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ؟ قَالَ اَلرِّيَاءُ۔ (رواہ احمد) مشکوٰۃ۔	حضرت محمود ابن لبید سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں سے میں تم پر خوف کرتا ہوں ان سب میں زیادہ خوفناک چیز چھوٹا شرک ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ چھوٹا شرک کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری"۔

اس حدیث پاک میں ریاکاری کے عمل کو شرک اصغر تو فرمایا گیا مگر اس کے مرتکب کو مشرک نہیں کہا گیا۔ بلکہ سیدِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

اِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَتَنَافَسُوْا فِيْهَا وَ تَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ۔ (مسلم شریف ص۲۵۰ ج۲ مشکوٰۃ شریف ص۵۴۷)	مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، البتہ مجھے خوف ہے کہ تم دنیا میں دلچسپی لوگے اور مرنے مارنے پر تُل جاؤ گے۔ تو تم ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے ہلاک ہو گئے"۔

اس حدیث اور مذکورہ بالا حدیث کہ "یہ لوگ چاند، سورج یا کسی پتھر اور بُت کی عبادت نہیں کریں گے بلکہ اپنے اعمال کی نمائش کریں گے" سے پتہ چلا کہ محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم اپنی نگاہِ نبوّت سے قیامت تک کے حالات و واقعات دیکھ رہے تھے کہ مسلمان ریاکاری جیسے شرکیہ عمل کی وبا میں تو مُبتلا ہوں گے مگر بُت پرستی وغیرہ کر کے مشرک نہیں بنیں گے۔ لہٰذا واضح ہوا کہ مسلمان اعمال کی نمائش جیسی بد عملی سے مسلمان ہی رہتا ہے مشرک نہیں ہو جاتا۔

ورنہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں دیوبندی وہابی مکتبِ فکر کے ایسے لوگ موجود ہیں جو ریاکاری کے مرض کے مریض ہیں مگر توحید کے ٹھیکیدار انہیں مشرک نہیں کہتے۔ اس شترِ بے مہار قوم کے نزدیک ہر وُہ بیچارہ مسلمان مشرک قرار پاتا ہے جو رسُولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بعطائے الٰہی مختارِ کُل، حاضر و ناظر اور نبیٔ غیب دان (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تسلیم کرتا ہے یا وُہ جو خداوند کریم کے برگزیدہ و محبوب بندوں کو اُس کی بارگاہِ اقدس میں سفارشی لاتا اور اُن کا وسیلہ اختیار کرتا ہو۔ ایسے مسلمانوں کو مشرک و کافر اور بدعتی قرار دینا تو اِس ملّت کے جیالوں کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ حتّٰی کہ ان لوگوں کے پیشوا و امام مولوی اسماعیل دہلوی نے تو اپنی رسوائے زمانہ کتاب نام نہاد "تقویۃ الایمان" میں یہاں تک لکھ مارا: "سو ابوجہل اور وُہ شرک میں برابر ہیں"۔

پیارے مسلمان بھائیو! امام الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تو اُمّت کے مشرک ہو جانے کا خطرہ محسوس نہ فرمائیں مگر یہ قوم جو شرک و بدعت کے فتووں کی بدمستی میں ایسی بدحواس ہو چکی ہے کہ ہر وقت اس قوم پر مسلمانوں کو مشرک و بدعتی کہنے

کا بھوت سوار رہتا ہے اور فکر توحید دامنگیر رہتی ہے، تقریر وتحریر وغیرہ میں ایسا کوئی موقع ہاتھوں سے نہیں جانے دیتی جس میں مسلمانوں کو مشرک، کافر اور بدعتی نہ بنا لے۔

مدد کرنا۔ مدد کے لئے پکارنا

اللہ تعالیٰ مُستعانِ حقیقی ہے یعنی حقیقی وذاتی طور پر لائق استعانت اور مددگار ہے۔ اور اس نے اپنے فضل اور مہربانی سے اپنے پیارے بندوں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام علیہم الرضوان کو بھی مدد کرنے اور امداد کو پہنچنے کی طاقت اور قدرت عطا فرمائی ہے۔ اس روزمرہ زندگی میں ایک کا دوسرے کی مدد کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے مدد کر سکتے ہیں اور مشکل وقت میں اگر کوئی فریاد کرے امداد کے لئے پکارے تو اس کی فریاد رسی فرما سکتے ہیں بالکل درست، قرآن وحدیث سے محقّق وعملِ سلف وخلف سے ثابت اور منکرین کی کتابوں کے حوالوں سے مُصدّق ومُؤیّد ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

آیت ۱

وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآیۃ

نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

(المائدہ۔ ۲)

اس آیتِ مبارکہ میں نیکی و پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلا کہ مخلوقِ خدا ایک دوسرے کی مدد کر سکتی ہے اور ایک شخص دوسرے سے مدد مانگ سکتا ہے۔ اس میں شرک وغیرہ کی کوئی

بات نہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم نہ فرماتا۔ اور مدد کرنے کا حکم تو عالمِ ارواح میں انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی فرمایا گیا۔ جیساکہ قرآن مجید میں ذکر فرمایا گیا:۔

آیت ۲ | لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ الآیۃ | "تو ضرور ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اُس کی مدد کرنا"۔

(آل عمران - ۸۱)

وہ نفوسِ قدسیہ جن کی بعثت کا مقصد ہی اپنے اپنے منصبِ نبوت و رسالت کے مطابق پیغامِ توحید پہنچانا، احکامِ شرعیہ کی تبلیغ اور شرک کو مٹانا تھا اُن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کرنے کا تاکیدی عہد لیتے ہوئے مدد کرنے کا حکم فرمایا۔ جس سے واضح ہوا کہ محبوبانِ خدا کا مدد فرمانا حکمِ خداوندی اور منشاءِ الٰہی کے عین مطابق ہے:۔

آیت ۳ | قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ الآیۃ | "عیسٰی ابنِ مریم (علیہ السلام) نے حواریوں سے فرمایا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں؟ حواری بولے ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں"۔

(الصف ۱۴)

آیت ۴ | قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ (النمل - ۳۸) | "سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں"۔

آیت ۵ | قَالَ مَا مَكَّنِّي | کہا وہ جس پر مجھے میرے رب نے

فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ الآیہ (الکہف - ۹۵)

قابو دیا ہے بہتر ہے تو میری مدد طاقت سے کرو"۔

آیت ۳ میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا اپنے حواریوں سے مدد مانگنے کا ذکر ہوا۔ آیت ۴ میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کا بلقیس کا تخت منگوانے کے لئے مدد مانگنا ثابت ہوا۔ اور آیت ۵ میں حضرت سکندر ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے آگے دیوار بناتے وقت صاف طور پر فَاَعِيْنُوْنِيْ فرما کر لوگوں سے مدد طلب فرمائی۔ جس سے پتہ چلا کہ اللہ کے بندوں کا بندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر محبوبانِ خدا کی سُنّت ہے۔

حدیث ۱

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف ص ۸۲)

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں بارگاہِ رسالتمآب علیہ السّلام میں رات گزارا کرتا تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں پیش کیں تو آپ نے فرمایا مانگ۔ میں نے عرض کیا میں آپ سے جنّت میں جناب کی رفاقت مانگتا ہوں۔ فرمایا اور کچھ؟ میں نے عرض کیا بس یہی۔ فرمایا تو میری امداد کر اپنے نفس پر زیادہ سجدوں سے"۔ ہ

"تجھ کو تجھی سے مانگ کر مانگ لی ساری کائنات"

حدیث ۲

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:۔

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاتَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا فَقَامَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ فَسَمِعَتْهُ يَقُوْلُ فِي مُتَوَضَّئِهِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا، نُصِرْتَ نُصِرْتَ ثَلَاثًا فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ فِي مُتَوَضَّئِكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا نُصِرْتَ نُصِرْتَ ثَلَاثًا كَأَنَّكَ تُكَلِّمُ إِنْسَانًا فَهَلْ كَانَ مَعَكَ أَحَدٌ؟ فَقَالَ هٰذَا رَاجِزُ بَنِي كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِي الخ ؎

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (اپنی زوجہ مکرمہ میمونہ رضی اللہ عنہا) اُن کے ہاں اُن کی باری کی رات تشریف فرما ہوئے تو آپ علیہ السّلام نماز کے لئے وضو فرمانے اُٹھے تو میں نے سنا کہ آپ اپنے وضو فرمانے کی جگہ فرماتے ہیں لبّیک لبّیک تین بار۔ نصرت نصرت تین بار یعنی میں تیرے پاس پہنچا میں تیرے پاس پہنچا، تُو مدد دیا گیا تُو مدد دیا گیا۔ تو جب آپ باہر تشریف لائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے سُنا کہ آپ اپنے وضو کے مقام پر فرما رہے تھے لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ تین بار نُصِرْتَ نُصِرْتَ تین بار۔ گویا آپ کسی انسان سے کلام فرما رہے تھے۔ کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ راجز بنی کعب مجھ سے فریاد کرتا ہے"۔

حدیث ۳ عتبہ بن غزوان نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

؎ طبرانی کبیر ج ۲۳، ص ۴۳۵۲ ۔ طبرانی صغیر ج ۲، ص ۷۳۔۷۴۔ المجمع ج ۶، ص ۱۶۴ ۔ اصابہ ج ۴، ص ۲۹۷۔ کتاب الاستیعاب ج ۲، ص ۴۶۶۔ شرح الزرقانی علی المواہب ج ۲، ص ۲۹۵

قَالَ إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللهِ أَعِيْنُوْنِيْ فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ۔

کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا مدد کا ارادہ کرے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اُسے چاہیے کہ کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ تحقیق اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے"۔

حدیث ۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محافظ فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے اور فرشتوں کو مقرر فرمایا ہوا ہے جو درخت کا پتہ بھی گرے لکھتے ہیں۔ تو جب تمہیں کسی جنگل میں کوئی تکلیف پہنچے تو پکارنا چاہیے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اللہ تعالےٰ تم پر رحم فرمائے"۔

قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً فَضْلًا سِوَى الْحَفَظَةِ يَكْتُبُوْنَ مَا سَقَطَ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ فَإِذَا أَصَابَتْ أَحَدَكُمْ عُرْجَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُنَادِ أَعِيْنُوْا عِبَادَ اللهِ رَحِمَكُمُ اللهُ۔

حدیث ۵

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنگل میں تم میں سے کسی کا جانور چھوٹ جائے تو

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ

اَحَدِکُمْ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللهِ اِحْبِسُوْا عَلَيَّ يَا عِبَادَ اللهِ اِحْبِسُوْا عَلَيَّ، فَاِنَّ لِلّٰهِ فِي الْاَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهٗ عَلَيْكُمْ. ع٥	پکارے اے اللہ کے بندو اُسے روک دو۔ اے اللہ کے بندو اسے روک دو۔ تحقیق اللہ کے بندے زمین میں موجود ہوتے ہیں تم پر روک دیں گے "۔

اُمّتِ مسلمہ کے اکابر محدثینِ کرام و علمائے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان نے ان احادیث مبارکہ کو تین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرمایا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حدیث کے تحت امام حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ھیثمی لکھتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں ع٥
امام مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الثِّقَاتِ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ الْمُسَافِرُوْنَ. (الحرز الثمین)	کہ بعض علماء ثقات نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے، مسافروں کو اس کی بہت حاجت ہے "۔

امام موصوف اس امر کے مجرّب ہونے کے بارے لکھتے ہیں :-

وَرُوِيَ عَنِ الْمَشَائِخِ اَنَّهٗ مُجَرَّبٌ مُّحَقَّقٌ. (حوالۂ مذکور)	اور مشائخ کرام سے مروی ہے کہ یہ مجرّب ہے اس سے حاجت روا ہوتی ہے "۔

ع٥ حدیث ۳، ۴، ۵ مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمادیں :- مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۹۰، طبرانی کبیر ج۱ ص۲۱۷، مسند ابی یعلیٰ ج۵ ص۱۲۳، الاذکار النوویہ ص۳۶۲، عمل الیوم واللیل لابن السنی ص۱۶۷، حصن حصین ص۱۰۲، کشف الاستار عن زوائد البزار ج۴ ص۳۴، تحفۃ الذاکرین ص۱۹۷، الحرز الثمین ملا علی قاری - برکات الامداد لاہل الاستمداد ص۱۳ (باقی بر صفحہ آئندہ)

چنانچہ علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے "اذکار" میں اس کے مجرب ہونے پر ایک واقعہ بھی نقل فرمایا۔ اور غیر مقلدین کے سرکردہ عالم شوکانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ذکر کر کے جہاں اس کی ثقاہت کا اعلان کیا ساتھ ہی ساتھ اپنے عقیدہ کو یوں بیان کیا :-

وَفِی الْحَدِیْثِ دَلِیْلٌ عَلٰی جَوَازِ الْاِسْتِعَانَۃِ بِمَنْ لَّا یَرَاھُمُ الْاِنْسَانُ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ وَصَالِحِی الْجِنِّ وَلَیْسَ فِیْ ذٰلِکَ بَأْسٌ کَمَا یَجُوْزُ لِلْاِنْسَانِ اَنْ یَّسْتَعِیْنَ بِبَنِیْ اٰدَمَ اِذَا عَثَرَتْ دَابَّتُہٗ اَوِ انْفَلَتَتْ (تحفۃ الذاکرین ۱۵۵)	اور حدیث میں دلیل ہے استعانت کے جائز ہونے پر اُن سے جن کو اللہ کے بندوں، ملائکہ اور صالح جنوں سے انسان نہ دیکھتا ہو۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ انسان کو جائز ہے کہ بنی آدم سے مدد طلب کرے جب اُس کا جانور دوڑ جائے یا بے قابو ہو جائے"۔

دیوبندی مکتب فکر کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنا یوں اظہار خیال کیا۔ "اور بعض روایات میں جو آیا ہے اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ یعنی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، تو وہ فی الواقع کسی میّت سے استعانت نہیں ہے بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں اُن سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالےٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج صـ ۱۱۲)

(فائدہ) صحرا میں اللہ تعالیٰ کے جو بندے موجود ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ معاذ اللہ خدا نہیں بلکہ مخلوقِ خدا ہیں، غیر اللہ ہیں۔ اُن کی ڈیوٹی مخلوقِ خدا کی مدد کرنا ہے اور وہ مدد طلب کرنے پر اعانت فرماتے ہیں۔ لہٰذا شوکانی و گنگوہی کی مذکورہ

(بقیہ از صفحہ گزشتہ) مقیاس حنفیت صـ ۴۸۸؛ جاء الحق ج۱ صـ ۱۹۸؛

۵۲ مجمع الزوائد ج۱، صـ ۱۳۲۔

عبارات سے ظاہر ہوا کہ اہلسنّت کا عقیدہ (الحمدللہ) برحق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ محبوبانِ خدا بعطائے الٰہی امداد کرسکتے ہیں ۔۔۔ اور نام نہاد تقویۃ الایمان اور اُس کے پیروکاروں کا عقیدہ باطل و مردُود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کسی سے مدد نہیں مانگنی چاہیئے ۔ کوئی پیر، شہید، امام اور نبی مدد نہیں کرسکتا کسی کو کوئی اختیار نہیں ۔ معاذاللہ ۔

وصال شریف کے بعد استعانت

مولوی صدیق حسن بھوپالی نے بارگاہِ رسالت علیہ السلام میں یوں استغاثہ کیا :۔

يَا سَيِّدِيْ يَا عُرْوَتِيْ وَ وَسِيْلَتِيْ
يَا عُدَّتِيْ فِيْ شِدَّةٍ وَّ رَخَاءٍ
قَدْ جِئْتُ بَابَكَ ضَارِعًا مُّتَضَرِّعًا
مُتَاَوِّهًا بِتَنَفُّسِ صَعْدَاءٍ
مَالِيْ وَرَاءَكَ مُسْتَغَاثٌ فَارْحَمَنْ
يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ بُكَائِيْ

(حاشیہ ہدیۃ المہدی ص۲۰)

اے میرے آقا! میرے سہارے، میرے وسیلے ۔ سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے ۔ میں آپ کے دروازے پر حاضر ہؤا ہوں اس حال میں کہ میں ذلیل ہوں گڑگڑا رہا ہوں غمزدہ ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے ۔ آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے جس سے مدد مانگی جائے ۔ اے رحمۃ للعالمین ! میری آہ و بکا پر ضرور رحم فرمائیے "۔

ان دلائل سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ محبوبانِ خدا بعطاءِ الٰہی اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بھی امداد کرسکتے ہیں اور دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی ۔ اُن سے مدد طلب کرنا، انہیں امداد کے لئے پکارنا جائز اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے ۔ اس جائز امر کو شرک تصوّر کرنا انتہائی بدعقیدگی د

بدبختی کی دلیل اور قرآن و حدیث کے واضح اور صریح دلائل کا انکار ہے۔ اور اُمت مسلمہ کے وُہ جلیل القدر علماء و محدّثین جنہوں نے طلبِ مدد کے بارے روایات نقل کیں اور اس امر کو جائز قرار دیا، کو خواہ مخواہ مشرک بنانے کے مترادف ہے۔

اختیارات وتصرّفات

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حقیقی و ذاتی طور پر حاکم، مالک اور مختار ہے۔ اور وُہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے حکومت، مُلک اور کسی چیز پر ملکیّت و اختیار عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے :۔

آیت ۱

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ (آلِ عمران ۲۶)

یوں عرض کر اے اللہ مُلک کے مالک تُو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ اور جسے چاہے عزّت دے اور جسے چاہے ذلّت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بیشک تُو سب کچھ کر سکتا ہے۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ ملک اور حکومتیں عطا فرماتا ہے۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ جو مالک و حاکم ہوتا ہے وُہ با اختیار ہوتا ہے۔ اور جتنی جس کی حکومت وسیع ہوگی اُسی قدر اُس کے اختیارات بھی وسیع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس پر لَوْلَاکَ کا تاج سجا کر آپ کو زمینوں، آسمانوں کا حاکم و شہنشاہ بنایا ہے۔ اور آپ کو حاکم نہ ماننے والوں کے مومن نہ ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے :۔

آیت ۲ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

تو اے محبوب (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں ۔ اور جی سے مان لیں"۔

(النسآء ۔ ۶۵)

سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم اور نائب اکبر ہیں لہٰذا خداوند تعالیٰ نے آپ کو ایسے تصرّفات و اختیارات سے سرفراز فرمایا ہے کہ آپ اُس خداداد طاقت و اختیارات سے مشکلکشائی بھی فرماتے ہیں اور حاجت روائی بھی ، اور جتنا جسے چاہیں عطا فرما کر غنی بھی فرما دیتے ہیں ۔ قرآنِ کریم میں ہے :۔

آیت ۳ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ (التوبہ ۷۴)

اور انہیں کیا بُرا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا"۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے ساتھ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غنی فرمانے کا ذکر فرمایا ہے ۔ فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر غنی و مالدار کرتا ہے اور رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کائنات کی اُن تمام نعمتوں سے غنی فرماتے ہیں جو خالقِ کائنات جل شانہ نے آپ کے دامنِ رحمت میں رکھی ہوئی ہیں ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

آیت ۴ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (الکوثر ۱)

اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا کیں"۔

امام فخرالدّین رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں ارشاد فرمایا :۔

اَلْمُرَادُ مِنَ الْكَوْثَرِ جَمِيْعُ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الْمَنْقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّ لَفْظَ الْكَوْثَرِ يَتَنَاوَلُ النِّعَمَ الْكَثِيْرَةَ الخ (تفسیر کبیر پ ۳۰)

"الکوثر" سے مراد وہ تمام نعمتیں ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کو عطا فرمائی ہیں۔ یہی معنی مفسّر اُمّت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے منقول ہے کیونکہ لفظ کوثر بے شمار نعمتوں کو شامل ہے"۔

آیت ۵

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ لا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗ لا (پ التوبہ ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے اُن کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ وہ دے گا ہم کو اپنے فضل سے اور اُس کا رسول"۔

پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ بھی دیتا ہے اور اُس کی عطا و فضل سے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی عطا فرماتے ہیں۔ اور عطا کیوں نہ فرمائیں گے جب کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو زمین کی ملکیّت اور ہر شئے کی چابیاں عنایت فرما کر قاسم و خازن ہونے کا شرف و مقام عطا فرمایا ہے:-

حدیث ۱

وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۲۵۲ مسلم شریف ج ۲ ص ۹۴)

اور جان لو کہ زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے"۔

حدیث ۲

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ

ہیں تقسیم کرنے والا اور خازن (یعنی جمع فرمانے والا) ہوں اور اللہ تعالےٰ

یُعطِی۔ ۱؎ عطا فرماتا ہے"۔

حدیث ۳ وَاِنِّی قَدْ اُعْطِیتُ مَفَاتِیحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیحَ الْاَرْضِ ۲؎۔ تحقیق میں تمام زمین کی یا زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا کیا گیا ہوں"۔

حدیث ۴ اُوْتِیتُ مَفَاتِیحَ کُلِّ شَیْءٍ ۳؎ یعنی مجھے ہر چیز کی چابیاں عطا کی گئی ہیں"۔

حدیث ۵ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّھَبِ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں"۔

حدیث ۶ اُعْطِیتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ ۵؎ مجھے دو خزانے عطا فرمائے گئے ایک سُرخ اور ایک سفید"۔

ان احادیث سے ظاہر ہوا کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کو خزانے بھی عطا فرمائے گئے ہیں اور چابیاں بھی۔ نیز رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاسم کے منصب پر بھی مامور فرمایا گیا ہے۔ اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ جس کو خزانے بھی دیئے گئے ہوں اور اُن خزانوں کی چابیاں بھی دی گئی ہوں کیا اس کو اُن تالوں کے کھولنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ اور جب تک خزانوں کے تالے نہ کھلیں گے آپ قاسم یعنی تقسیم فرمانے والے کس طرح ہوں گے؟ لہٰذا آپ کے تقسیم فرمانے سے پہلے آپ کے لئے خزانوں اور چابیوں اور اُن چابیوں کے ذریعے اللہ تعالی کی نعمتوں کے خزانوں کو کھولنے کا اختیار ماننا ضروری ہے ورنہ

۱؎ بخاری شریف ج ۱ صہ ۱۹۰، مسلم شریف ج ۲ صہ ۲۰۶، مشکوٰۃ شریف صہ ۳۲،

۲؎ بخاری شریف ج ۲ صہ ۹۷۵، مسلم شریف ج ۲ صہ ۲۵۰ ۳؎ المعجم الکبیر ج ۱۲ صہ ۲۸۶، خصائص الکبریٰ ج ۱ صہ ۱۹۵، ۴؎ ۵؎ مشکوٰۃ شریف صہ ۵۲۱، صہ ۵۱۲۔

آپ قاسم قرار نہیں پا سکیں گے۔ اور جب آپ کو قاسم تسلیم کریں گے تو لامحالہ مالک و مختار بھی ماننا پڑے گا۔ اور پھر محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم جس طرح باقی امور میں مختار ہیں اسی طرح آپ احکامِ شرعیہ میں بھی با اختیار ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالےٰ ہے :۔

آیت ۶

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ الآیۃ۔ (الاعراف ۱۵۷)

اور ستھری چیزیں اُن کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا"۔

کسی چیز کو کسی کے لئے حلال یا حرام قرار دیں اور جس کے لئے جو چاہیں فرمائیں آپ احکام کے مالک ہیں۔ چنانچہ ارشادِ نبوی علیہ السلام ہے :۔

حدیث ۷

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَآ اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَیْکُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ اَکُلَّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَسَکَتَ حَتّٰی قَالَهَا ثَلٰثًا فَقَالَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ۔ الخ (مشکوٰۃ شریف صـ ۲۲۵)

جناب ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو فرمایا اے لوگو! تحقیق تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کیا کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ تو آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ اُس آدمی نے تین بار عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "اگر ہم ہاں فرما دیتے تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا"۔

یعنی اگر آپ "ہاں" فرما دیتے تو پھر وہی اللہ تعالیٰ کا قانون بن جاتا۔۔ اور ملاحظہ فرمائیں :۔

حدیث ۸

اَنَّهٗ اَتَی النَّبِیَّ

ایک صاحب بارگاہِ رسالت علیہ السلام

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ عَلٰى أَنَّهُ لَا يُصَلِّيْ إِلَّا صَلٰوتَيْنِ. فَقَبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ۔ (مسند امام احمد جلد ۵۔ص ۳۶۳، انوار المحمود علی سنن ابی داؤد ص ۱۸۵)

میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر ایمان لائے کہ میں صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا۔ آپ نے اس سے اس شرط کو قبول فرمالیا"۔

اندازہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ کسی کو یہ کوئی اختیار نہیں کہ ان کی تعداد کم کرے اور کہے پانچ نہیں کم فرض ہیں یا پانچ سے کم کی ادائیگی کی شرط پر کسی غیر مسلم کو مسلمان کرے۔ مگر سیّدِ کائنات علیہ السّلام کو اس امر کا بھی اختیار حاصل ہے کہ کسی کے لئے فرائض میں جتنی چاہیں تخفیف فرمادیں۔

حدیث نمبر ۹ حضور صلّے اللہ علیہ وسلم نے اُمّ عطیہؓ کو ایک بار نوحہ کرنے کی اجازت دی۔ حالانکہ نوحہ یعنی مُردے کو پیٹنا حرام ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۴۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۹۔

رسُول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا:-

حدیث نمبر ۱۰ كَيْفَ بِكَ إِذَا لَبِسْتَ سَوَارِيْ كِسْرٰى۔ (دلائل النبوۃ بیہقی)

وہ وقت تیرا کیسا ہوگا جب تجھے کسرٰی (بادشاہِ ایران) کے کنگن پہنائے جائیں گے"۔

چنانچہ دورِ فاروقی میں جب ایران فتح ہوا تو وہ کنگن بارگاہِ فاروقی میں پیش کئے گئے اور امیر المومنین جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ کو پہنا دیئے۔

شریعتِ محمّدیہ (علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام) میں مرد کو سونا پہننا حرام ہے مگر حضرت سراقہ کے لئے وہ سونے کے کنگن حضور صلّے اللہ علیہ وسلم نے جائز فرمادیئے اور یہی آپ کی شانِ اختیارات ہے کہ شریعت کے احکام میں جو چاہیں

وہ کریں ۔ مگر اور کسی مرد کے لئے سونا پہننا جائز نہیں ۔

اختیاراتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران - ۴۹)

"بے شک میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وُہ پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے"۔

حضرت وہب کا قول ہے کہ اکثر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہو جاتا تھا۔ اُن میں سے جو چل سکتا تھا وُہ حاضرِ خدمت ہوتا تھا اور جسے چلنے کی طاقت نہ ہوتی اُس کے پاس خود تشریف لے جاتے اور دُعا فرما کر اُس کو تندرُست کرتے اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی شرط کر لیتے ۔ (دُرِ منثور) ۔ (آل عمران ۳۲)

اختیاراتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ ۔ (مشکوٰۃ صـ ۵۶۴، ترمذی ج۲ صـ ۲۱۲)

"عمران بن حصین سے مروی ہے بے شک نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں ۔ اور وُہ ہر مومن کے ولی ہیں"۔

لمعات میں لفظ "ولی" کی شرح میں ہے :-

"اَیْ حَبِیْبُهٗ وَ نَاصِرُهٗ"۔

"یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کے دوست اور مددگار ہیں"۔

Note

مولائے علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :-

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ [۱]

بیشک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں تو اُس کے علی مولیٰ ہیں"۔

علامہ ابن اثیر نے مولیٰ کے جو متعدد معانی ذکر فرمائے اُن میں "مالک، سردار، انعام کرنے والا، آزاد کرنے والا، اور مددگار" بھی ذکر فرمائے۔ اب یہ تمام معانی صاحبِ اختیار ہونے پر دلالت کرتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے مشکل کشائی و حاجت روائی فرمانے جیسے اختیارات سے نوازا ہے۔ ان دلائلِ قاہرہ سے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور جنابِ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے با اختیار ہونے کا پتہ چلا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسوائے زمانہ کتاب نام نہاد "تقویۃ الایمان" میں یہ نظریہ "اور جس کا نام محمد یا علی ہے وُہ کسی چیز کا مختار نہیں [۲]"۔ بالکل قرآن و حدیث کے خلاف اور منافی ہے۔ غور کیجیے مُلّاں اپنی مسجد، مدرسہ اور گھر وغیرہ کے ماحول میں با اختیار ہے۔ حکمران اپنے اپنے عہدِ ل کے مطابق با اختیار ہوتے ہیں۔ مولوی نہ ہی اپنے سے اختیارات کی نفی کرتا ہے اور نہ حکمرانوں سے۔ اس ظالم کی ناپاک زبان و قلم حرکت میں آتے ہیں تو محبوبانِ خدا کے خلاف۔ کیا ایک لاکھ کئی ہزار صحابہ کو بغیر اختیار ہی کے محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شرفِ صحابیت سے سرفراز فرما دیا تھا۔ منکر کو اُس کے بقول جو دولتِ ایمان نصیب ہوئی اُسے یہ بھی مدینے والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احسان و اختیار یاد نہ رہا۔ دیکھئے ان لوگوں کو کس قدر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب شیرِ خدا

---

[۱] مشکوٰۃ صـ ۵۶۴، ترمذی ج ۲ صـ ۲۱۲، نہایہ ابن اثیر ج ۵ صـ ۲۲۸، [۲] تقویۃ الایمان صـ ۸۲

رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت اور دشمنی ہے۔ محبوب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی عداوت کی بنیاد تو اس امر پر ہے کہ آپ نے اس خارجی گروہ کی نشانیاں بیان فرمائیں اور ان کے فتنوں سے اُمّت کو خبردار و مطلع فرمایا۔۔۔ اور جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن اس لئے ہیں کہ آپ نے خارجی فتنہ پردازوں کو قتل کیا اور ان کی سرکوبی فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ:۔

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا جو بنی تمیم سے تھا۔ بولا یا رسول اللہ انصاف کیجئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں تو کون کرے گا۔ اگر میں انصاف نہ کروں تو تُو خائب و خاسر ہو جاوے۔ تو جناب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن مار دوں۔ فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کے کچھ ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا۔ وُہ لوگ قرآن پڑھیں گے قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اُترے گا۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ اس کی نوک اُس کے پَر اس کی قدح یعنی لکڑی۔ اس کی نوک کے نیچے کو دیکھو تو اس میں کچھ نہیں پایا جاتا ہے حالانکہ وُہ گوبر اور خون میں سے گزرا ہے۔ ان کی نشانی ایک کالا آدمی ہوگا جس کے بازوؤں میں سے ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کی بوٹی کی طرح جو ہلتا ہو۔ یہ لوگوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنی اور میں گواہی دیتا ہوں

کہ جناب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے جہاد کیا میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ نے اس شخص کے متعلق حکم دیا۔ وہ ڈھونڈا گیا، اُسے لایا گیا حتیٰ کہ میں نے اُسے نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی علامت پر دیکھا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص آیا دھنسی ہوئی آنکھیں، اُبھری پیشانی، گھنی داڑھی، اُونچے رخسارے والا، سر منڈا ہوا۔ وہ بولا اے محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ سے ڈرو۔ تو فرمایا کہ اگر میں اُس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی اطاعت کون کرے گا۔ مجھے اللہ تعالےٰ زمین والوں پر امین بنائے اور تم مجھے امین نہ جانو۔ ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت مانگی حضور نے منع فرمایا کہ اس کی پُشت سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی، قرآن اُن کے گلے سے نہ اُترے گا۔ وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بُت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں انہیں پاؤں تو قومِ عاد کی طرح قتل کروں۔[1]

اور نشانیاں

گستاخِ رسول کی مسلم شریف میں ایک نشانی یہ بیان ہوئی کہ وہ مشمّر الازار تھا یعنی اس نے تہہ بند کھینچ کر باندھا ہوا تھا۔ ان خارجیوں کی ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی گئی سِیمَاهُمُ التَّحَالُقُ یعنی اُن کے سر مُنڈے ہوں گے۔ مذکور گستاخ کا بھی سر منڈا ہوا تھا۔[2]

اب بھی خارجیوں کی علامت عموماً داڑھی لمبی، سر منڈا ہوا، پیشانی پر سجدہ کے داغ پائجامے، شلواریں اور تہہ بند کافی اونچے ہوتے ہیں۔ خارجیوں کی بڑی تعداد شمشیرِ حیدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واصلِ جہنم ہوگئی۔ اور جو بچ گئے وہ آج تک اُمّتِ مسلمہ کے لئے باعثِ فتنہ اور وبالِ جان بنے ہوئے ہیں۔

---

[1] بخاری شریف ج۲ صـ۱۰۲۴۔ مسلم شریف ج۱، صـ۳۴۱۔ مشکوٰۃ شریف صـ۵۳۴۔

[2] مسلم شریف ج۱ صـ۲-۳۴۱

اور پڑھیئے

یہی وُہ لوگ ہیں جو حادثۂ کربلا میں قصوروار امام عالی مقام سیّدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیتے ہیں، یزید کو بری، خلیفۂ برحق اور امیر المومنین تصوّر کرتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہ اور رضی اللہ عنہ جیسے دُعائیہ کلمات سے نوازتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہمیشہ اس قوم نے مسلمانوں کو ہی قتل کیا، مال لُوٹے اور اُمّتِ مسلمہ کی پاک دامنوں کی عصمتوں کو داغدار کیا۔ ان کی توپوں کے رُخ ہمیشہ مشرکوں، یہودیوں اور نصرانیوں کی بجائے اہلِ اسلام کی طرف رہے۔ بُت شکنی کی بجائے مزاراتِ اولیاء کو گرانا اور قرآن مجید میں کفّار کے بارے نازل ہونے والی آیات کو انبیائے کرام علیہم السّلام و اولیائے عظام علیہم الرضوان پر چسپاں کرنا ان کا دین و ایمان رہا۔

چنانچہ اس قوم کے بارے حدیث میں ہے :-

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارُ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ اِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔	اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان (خارجیوں) کو اللہ کی تمام خلقت سے بہت بُرا دیکھتے تھے۔ اور فرمایا کہ بیشک ایسی آیتوں کو جو کفّار کے متعلق نازل ہوئیں انہیں وُہ اہلِ ایمان پر چسپاں کریں گے۔"
(بخاری ج ۲ ـ ص ۱۰۲۴)	

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختیارات کی نفی کا راز خوب واضح ہوا۔ اگر انہیں محبُوبانِ خدا سے دشمنی نہ ہوتی تو کبھی ایسے فقرے چُست نہ کرتے۔

بہر حال جان لینا چاہیئے کہ کوئی کلمہ گو مسلمان ایسی جسارت کبھی نہیں کر سکتا۔

مُشکل کشاء سے بُغض

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں :-

لَا يُحِبُّ ... جناب علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منافق

عَلِیًّا مُنَافِقٌ وَّلَا یُبْغِضُہٗ مُؤْمِنٌ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۴) محبت نہیں کر سکتا اور مومن بغض نہیں رکھ سکتا۔"

قرآن واحادیث کے ان روشن دلائل سے جہاں پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین سیدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اختیارات وتصرفات کا پتہ چلا، ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ مصنفِ "تقویۃ الایمان" کا مذکورہ عقیدہ ونظریہ باطل ومردود اور عظمتِ رسالت وشانِ ولائت کے خلاف کھلی عداوت وبغاوت اور منافقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مولائے تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ایسے گندے اور گستاخانہ عقائد سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین!

دُعا اور "مِن دُونِ اللّٰہ"

لفظ "دُعا" دَعْویٰ یا دَعْوَتٌ سے بنا ہے اور یہ لفظ قرآن مجید میں اپنے اس اصلی مادہ کے ساتھ مختلف صیغوں کی شکل میں متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً (۱) پکارنا۔ (۲) بلانا۔ (۳) دعا مانگنا۔ (۴) پوجنا۔ (۵) تمنا کرنا۔ لہٰذا ہر جگہ ایک ہی معنی مراد لینا اور آیاتِ قرآنیہ کا مطلب غلط بیان کرتے ہوئے یہ فتویٰ دینا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور یا غوث الاعظم کہنا شرک ہے، صریح ناانصافی، قرآن مجید سے بے خبری، جہالت اور بغاوت کی واضح دلیل ہے۔

لیجئے۔ درج ذیل میں مذکورہ معانی سے متعلقہ چند آیات نقل کی جاتی ہیں۔ تاکہ پتہ چل جائے کہ ہر جگہ ایک ہی معنی مراد نہیں لے سکتے:۔

۱،۲ پکارنا، بلانا: وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ (آل عمران ۱۵۳) اور دوسری جماعت میں رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہیں پکار رہے تھے۔"

● ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ط (البقرہ ۔ ۲۶۰) — "(اے ابراہیم) پھر انہیں بلائیں وُہ آپ کے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے۔"

● قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۙ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا ۙ (نوح ۵ ۔ ۶) — "عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی پڑا۔"

● لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط (النور ۔ آیت ۶۳) — "رسُول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دُوسرے کو پکارتا ہے۔"

● وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (آل عمران ۔ ۱۰۴) — "اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں۔"

اِن آیاتِ مبارکہ میں "دُعا" پکارنے اور بُلانے کے معنی میں ہے۔ اور ایسی کئی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں جن میں لفظِ دُعا پکارنے اور بُلانے کے معنی میں مذکور ہے۔ اِن آیات میں اوّل الذکر آیت کریمہ میں پیارے مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو پُکارنے کا ذکر ہے۔ دُوسری آیت میں پکارنے والے سیّدنا خلیل اللہ علیہ السّلام ہیں اور جن کو پکارا گیا وُہ ذبح کئے ہوئے جانور تھے۔ تیسری آیت میں حضرت نوح علیہ السّلام کے بارے بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کی "اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن (راہِ راست کی طرف) بلایا۔ چوتھی آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بارگاہِ رسالت میں ندا کے آداب سکھائے جا رہے ہیں اور پانچویں آیتِ مقدسہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھلائی کی طرف بلانے کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کے علاوہ مطلقاً کسی کو پکارنا اور بُلانا منع یا

شرک ہوتا تو انبیائے کرام علیہم السّلام ہرگز ایسا نہ کرتے۔ نہ ہی اللہ تعالیٰ صحابۂ کرام کو رسول کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ندا کے آداب سکھاتا بلکہ بلانے اور پکارنے سے منع فرما دیتا۔ اور نہ ہی واحد و یکتا خالق ایک جماعت کو نیکی و بھلائی کی طرف بلانے کا حکم فرماتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ بہر صورت ہر کسی کو پکارنا نہ منع ہے نہ شرک۔ شرک تب ہی متصوّر ہو گا جب کسی کو معبود اور اللہ کریم کے مقابل خیال کر کے پکارے گا۔ حاشا و کلّا۔ کوئی بھی مسلمان انبیائے کرام علیہم السّلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان میں سے کسی کو معبود یا خداوند کریم کا فریق نہیں سمجھتا۔ بلکہ ہر سُنّی مسلمان اِن پاکیزہ شخصیات کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کی بارگاہ میں اُس کے عزّت و وقار والے بندے خیال کرتا ہے۔ اِس وضاحت کے بعد "تقویۃ الایمان" میں مذکور نظریہ کہ "مصیبت کے وقت جو انبیاء و اولیاء اور پیر، شہید کو پکارے سو وُہ مشرک ہو جاتا ہے[۱]" باطل و مردُود ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور مذکورہ آیات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی کو فوت ہونے سے پہلے بھی پکارنا جائز ہے اور وصال کے بعد بھی۔ اور اَیسے پکارنے کو شرک کہنا اپنے مُشرک و بے دین ہونے کی علامت ہے۔

۳- دُعا مانگنا

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً — "اپنے رب سے دُعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔"

(الاعراف ۵۵)

● فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (العنکبوت ۶۵) — "پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خدا سے دُعا مانگتے ہیں دین کو اس کے لئے خالص کر کے۔"

---

[۱] تقویۃ الایمان ص ۳۶ ملخصاً۔

● اُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ (البقرہ - ۱۸۶)

میں دُعا مانگنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جب مجھ سے دُعا کرتا ہے "۔

● هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ (آل عمران - ۳۸)

وہاں زکریا (علیہ السّلام) نے اپنے رب سے دعا کی "۔

ان آیات مبارکہ میں دُعا کا اصطلاحی معنی مراد ہے یعنی خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا مانگنا۔ تو ظاہر ہے کہ ایسی دُعا کوئی مسلمان غیر خدا سے نہیں مانگتا۔ لہٰذا ایسی آیتوں سے نہ ہی یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ محبوبانِ خدا کو مدد کے لئے پکارنا جائز نہیں۔ اور نہ ہی انہیں ایسے دعوے پر دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ پُوجنا

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا (الجنّ - ۲۰)

فرما دیجئے میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا "۔

● وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجنّ - ۱۸)

اور بیشک مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو "۔

● وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (الاحقاف - ۵)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرے جو قیامت تک اُس کی نہ سُنیں اور انہیں اُن کی پُوجا کی خبر تک نہیں "۔

● وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ (النحل - ۲۱-۲۰)

اور جو اللہ کے سوا جن کو پُوجتے ہیں وہ کچھ نہیں بناتے۔ وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ مُردے ہیں زندہ نہیں "۔

● هُوَالْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَفَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (المؤمن ٦٦-٦٥)

"وہی زندہ ہے اُس کے سوا کسی کی عبادت نہیں تو اُسے پوجو اُسی کے بندے ہو کر۔ سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب۔ تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔"

اِن آیاتِ مبارکہ میں دُعا پُوجنے کے معنی میں ہے۔ اور ان تمام صیغوں سے عبادت مراد ہے۔ کلام کا سیاق و سباق بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اور حاصل ان کا یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لہٰذا ان آیات کو بھی محبوبانِ خدا کو پکارنے کے عدمِ جواز پر دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

۵ تمنّا کرنا

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (حٰم السجدہ ۳۱)

"اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے ہے اس میں جو مانگو۔"

اس آیت کریمہ میں بھی دُعا پکارنے کے معنی میں نہیں بلکہ تمنّا، خواہش اور آرزو کرنے کے معنی میں ہے۔ اور وُہ آیاتِ قرآنیہ جن میں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کو پکارنے سے منع فرمایا گیا ہے یا اُسے مشرکین کا فعل قرار دیا گیا ہے وہاں "دعا" سے عبادت مراد ہے اور یہی معنیٰ علمائے تفسیر نے مراد لیا ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے:-

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ اَيْ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهُوَ الْاَصْنَامُ۔

"اور وُہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کے سوا بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔"

(جلالین ص ۲۱۵)

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں :-

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یَعْنِی الْاَصْنَامَ (ج ۳ ص ۱۱) "وہ (بت) جن کو تم اللہ تعالےٰ کے سوا پوجتے ہو"

معلوم ہوا کہ پکارنے سے مراد عبادت ہے اور مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے بُت مراد ہیں۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰہ قرآن مجید میں لفظ دُوْنِ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے "(۱) علاوہ، سوا۔ (۲) مقابل، (۳) اللہ کو چھوڑ کر" یعنی اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ کے مقابلے میں یا اُس کو چھوڑ کر کوئی مددگار اور کارساز نہیں۔ اور یہ تمام معانی اہلسنّت و جماعت کے عقائد کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ اس لیئے کہ سُنّی مسلمان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی نہ عبادت کرتا ہے اور نہ ہی اسکے علاوہ کسی کو لائقِ عبادت تصوّر کرتا ہے۔ یُونہی اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر یا اس کے مقابلے میں کسی کو کارساز اور مددگار نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اس عقیدہ کے مطابق انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان جو مدد کرتے ہیں یا اُن سے مدد لی جاتی ہے تو وُہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی طاقت و اختیار کا نتیجہ ہے۔

شبہ آیت مبارکہ:- اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ (الآیۃ الاعراف ۱۹۴) "بے شک وُہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وُہ بندے ہیں مثل تمہاری"۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ بندوں کو پکارنا اور اُن سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔

جواب:- اس آیتِ کریمہ کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے روزِ روشن

کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں بھی بُت مراد ہیں ۔ چنانچہ اس آیت سے پہلے ہے :۔

اَیُشْرِکُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ (الاعراف ۔ ۱۹۱)

کیا اُسے شریک کرتے ہیں جو کچھ نہ بنائے اور وُہ خود بنائے ہوئے ہیں"۔

اور اگلی آیت میں ہے :۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا (الاعراف ۱۹۵)

کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں یا اُن کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا اُن کے کان ہیں جن سے سُنیں"۔

سیاق و سباق پر غور کرنے سے ثابت ہوا کہ اس سے مراد انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان نہیں بلکہ بُت ہیں ۔

صاحبِ تفسیرِ خازن کی شہادت

آپ آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :۔

یَعْنِیْ اَنَّ الْاَصْنَامَ الَّتِیْ یَعْبُدُهَا هٰٓؤُلَآءِ الْمُشْرِکُوْنَ اِنَّمَا هِیَ مَمْلُوْکَةٌ لِّلّٰهِ اَمْثَالُهُمْ ۔ (تفسیر خازن ج ۲ صـ ۱۶۹)

یعنی بے شک وُہ بُت جن کی یہ مُشرک لوگ عبادت کرتے ہیں ان کی طرح اللہ کی مِلک ہیں"۔

صفتِ عباد کی وجہ

مذکور مفسر بتوں کو عباد فرمائے جانے کی وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

وَفِیْهِ سَوَالٌ وَهُوَ اَنَّهٗ وَصَفَهَا بِاَنَّهَا عِبَادٌ مَعَ اَنَّهَا جَمَادٌ

اور اس میں سوال ہے اور وُہ یہ ہے کہ اللہ نے اُن کو لفظِ عباد سے تعبیر کیا حالانکہ وُہ

وَالْجَوَابُ اَنَّ الْمُشْرِكِیْنَ لَمَّا اِدَّعَوْا اَنَّ الْاَصْنَامَ تَضُرُّ وَ تَنْفَعُ وَجَبَ اَنْ یَّعْتَقِدُوْا کَوْنَهَا عَاقِلَةً فَاهِمَةً فَوَرَدَتْ هٰذِهِ الْاَلْفَاظُ عَلٰی وَفْقِ مُعْتَقَدِهِمْ تَبْکِیْتًا لَّهُمْ وَتَوْبِیْخًا۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۶۹)

پتھر ہیں تو جواب یہ ہے کہ مشرکین نے جب دعویٰ کیا کہ بُت نفع اور نقصان دیتے ہیں پھر ضروری ہے کہ وہ اس امر کا بھی اعتقاد رکھیں کہ وہ عاقل بھی ہیں اور سمجھ دار بھی۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ الفاظ ان کے عقیدے کے مطابق استعمال فرمائے اُن کو خاموش فرماتے ہوئے اور ان پر ڈانٹ فرماتے ہوئے"

حاضر و ناظر

حضور سیّدِ عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور بے شمار عظمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اس طرح آپ کو حاضر و ناظر ہونے کا شرف بھی عطا فرمایا ہے۔ سوادِ اعظم اہلسنّت وجماعت کا آپ کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلّم گنبدِ خضرٰی میں تشریف فرما ہو کر خداداد طاقت سے ساری کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہے ہیں، کوئی شے آپ کے علم سے باہر نہیں۔ اور اگر آپ اپنے غلاموں کو اپنی زیارت نصیب فرمانے یا حاجتمندوں کی حاجت روائی کے لیے ایک یا متعدّد مقامات پر تشریف لے جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں کوئی رکاوٹ وممانعت نہیں۔

شاہد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے باقی اسماء گرامی کے علاوہ ایک نام مبارک "شَاهِد" صلّے اللہ علیہ وسلّم بھی ہے جس کے معنی "حاضر و ناظر" ہیں۔

۱- قرآنی شہادت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :-

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا - الآیۃ (الاحزاب ۴۵)

اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر۔

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ آپ شاہد یعنی حاضر و ناظر ہیں اور کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو آپ کے سامنے موجود نہ ہو اور آپ اُس کو دیکھتے نہ ہوں - اُمّتِ مسلمہ کے نامور مفسّرین کرام علیہم الرضوان اسی آیتِ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

(اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا) عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْھِمْ تُرَاقِبُ اَحْوَالَھُمْ وَتُشَاھِدُ اَعْمَالَھُمْ

اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بے شک ہم نے بھیجا آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول

(از صفحہ گزشتہ) ؎ مفرداتِ امام راغب اصفہانی صفحہ ۲۶۹ الشھود والشھادۃ الحضور مع المشاھدۃ اما بالبصر او بالبصیرۃ - علامہ اسماعیل حقی، روح البیان ج ۲ صفحہ ۲۱۱ الشھید والشاھد ما یحضر کل احد مما بلغہ من اللہ رحمۃ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی، مدارج النبوۃ ج ۱ صفحہ ۲۶ "شاھد" یعنی عالم و حاضر بحالِ اُمّت و تصدیق و تکذیب و نجات و ہلاکتِ ایشاں"۔ لسان العرب، امام ابن منظور صفحہ ۲۲۲ الشھید الذی لا یغیب عن علمہ شیئ - والشھید: الحاضر شہید وُہ ہوتا ہے جس کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہو اور شہید کا معنیٰ "حاضر" ہے - المنجد (لویس مالوف) صفحہ ۴۱۷ الشھید الشاھد الامین فی شھادتہ الذی لا یغیب شیئٌ عن علمہ - حاضر - گواہی میں امین - جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو - المنجد کے ان الفاظ کا ترجمہ (باقی بر صفحہ ۷۲)

وَتَتَحَمَّلُ عَنْهُمُ الشَّهَادَةَ بِمَا صَدَرَ عَنْهُمْ مِنَ التَّصْدِيْقِ وَالتَّكْذِيْبِ وَسَائِرِ مَاهُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْهُدٰى وَالضَّلَالِ وَتُؤَدِّيْهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَدَاءً مَقْبُوْلًا مَالَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ۔

(تفسیر ابو سعود ج ۷ ص ۱۰۷، جمل ج ۳ ص ۴۴۲)

بنا کر بھیجے گئے آپ اُن کے احوال کی نگہبانی فرماتے ہیں اور اُن کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں یعنی اُن سب کے کاموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اُن سے تحمّلِ شہادت فرماتے ہیں یعنی اُن کے گواہ بنتے ہیں اُن تمام چیزوں پر جو اُن سے صادر ہوئیں تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وُہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے۔ اور آپ اس شہادت کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن جو ادا کی ہوئی ہو گی ان تمام باتوں میں جو اُن کے فائدے کے لئے ہوں گی اور ان تمام باتوں میں بھی جو اُن کے نقصان کے لئے ہوں گی"۔

اس سے پتہ چلا کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر اُس چیز پر حاضر و ناظر ہیں جس کے لئے آپ رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کے لئے آپ نبی اور رسول بن کر تشریف نہ لائے ہوں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔

۲۔ ارشادِ باری تعالےٰ

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف۔ ۱۵۸)

(اے محبوب صلے اللہ علیہ وسلّم) آپ فرما دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسُول ہوں"۔

(بقیہ: از ص ۷۱) دار الاشاعت کراچی کے مطبوعہ نسخہ سے نقل کیا گیا ہے جس کے مترجمین مولوی سعد حسن خان یوسفی، نور احمد قاسمی، پروفیسر محبوب الٰہی فاضل دیوبند اور مقدمہ لکھنے والے مفتی محمد شفیع دیوبندی ہیں۔ (ظریف القادری)

اور حدیثِ پاک میں ہے :-

ارشادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں "۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً ؎

قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کا تعلّق کائنات کے ہر فرد اور ذرّے کے ساتھ ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کائنات کے ہر ہر فرد اور ذرّے پر حاضر و ناظر ہیں۔

میدانِ حشر میں گواہی

قیامت کے روز جب پہلے پیغمبروں علیہم السّلام کی نافرمان اُمّتیں اُن کی تبلیغ کا انکار کریں گی اور کہیں گی اے اللہ! ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہنچائے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السّلام عرض کریں گے کہ یہ جھوٹے ہیں ہم نے تبلیغ کی انہوں نے نہ مانی۔ ارشاد ہوگا اے گروہِ انبیاء کرام آپ حضرات تبلیغ کے مدعی ہیں اور یہ لوگ انکاری، لہٰذا اپنے گواہ پیش کرو۔ تو انبیاءِ کرام اُمّتِ مسلمہ کو پیش کریں گے۔ مسلمان انبیائے کرام علیہم السّلام کی گواہی دیں گے۔ جس پر کافر اعتراض کریں گے کہ تم پیچھے آئے، بغیر دیکھے گواہی کیونکر دے رہے ہو۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے کہ اے اللہ! ہم نے تیرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی گواہی لی جائے گی۔ اور آپ مسلمانوں کے متعلق دو گواہیاں دیں گے۔ ایک یہ کہ یہ سچے ہیں۔ ہم نے واقعی ان سے فرمایا تھا کہ اُگلے پیغمبروں نے تبلیغ کی"۔

؎ مسلم شریف ج ۱، ص ۱۹۹۔ مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۲۰۷۔

دوسرے یہ کہ خدایا یہ مسلمان گواہ فاسق وفاجر نہیں بلکہ پرہیزگار اور قابلِ گواہی ہیں۔ تب انبیائے کرام علیہم السّلام کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا۔[۱]

آیت ۳ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے :-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرہ۔ ۱۴۳)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں پر افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ "۔

آیت ۴ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء ۴۱)

تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں "۔

ان آیاتِ کریمہ میں فرمایا گیا کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کو میدانِ حشر میں بطورِ "شہید" یعنی گواہ کے طور پر لایا جائے گا اور آپ گواہ ہوں گے۔

اور یہ ظاہر امر ہے کہ گواہ وہی ہو سکتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور حالات اُس کے علم میں ہوں۔ تو معلوم ہوا کہ سابق انبیائے کرام علیہم السّلام کے حالات بھی آپ کے علم میں ہیں اور اپنی اُمّت کے حالات سے بھی آپ باخبر ہیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ یہی آپ کے حاضر و ناظر ہونے کے معنی ہیں۔

آیت ۵ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط (الانفال آیہ ۳۳)

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ ان میں تشریف فرما ہو۔

---

[۱] بخاری شریف ج۲ ص۶۲۵۔ درمنثور ج۱ ص۱۴۴۔ فتح الباری ج۱ ص۱۳۹

پہلی نافرمان اُمتوں پر جس طرح عذاب آئے اس طرح کا عذاب امتِ مسلمہ پر قیامت تک نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا پیارا حاضر و ناظر کی شان والا محبوب (صلے اللہ علیہ وسلم) موجود اور تشریف فرما ہے۔

آیت ۶

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ (الاحزاب۔ ۶)

(یہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) مسلمانوں کیساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے"۔ ۵

اس آیتِ مبارکہ سے پتہ چلا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے ان کے زیادہ قریب ہیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانوں سے بھی قریب موجود ہیں۔

رسولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:۔

حدیث ۱

وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ وَاللہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیْ اَلْاٰنَ (بخاری شریف ص ۹۷۵) ج ۲۔

اور میں تم پر حاضر و ناظر (گواہ) ہوں اور اللہ کی قسم البتہ میں اپنے حوض کی طرف اب بھی دیکھتا ہوں"۔

حدیث ۲

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو فرشتے اُس کے پاس آکر اُسے بٹھا دیتے ہیں (اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے) کہتے ہیں:۔

مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ (بخاری شریف ص ۱۸۴) ج ۱۔

(اے صاحبِ قبر) تو ان کے بارے کیا کہتا تھا؟

۵ دیوبندی مکتبِ فکر کے عالم مولوی قاسم لکھتے ہیں کہ اس آیت میں "اَوْلٰی" کے معنی "قریب تر" ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۱۰)

حدیث ۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ ذَاتَ یَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِیَدِہٖ قَارُوْرَۃٌ فِیْهَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِہٖ وَلَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُہٗ مُنْذُ الْیَوْمِ. فَاُحْصِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتَ فَاَجِدُ قُتِلَ ذٰلِکَ الْوَقْتِ۔

(مشکوۃ شریف صـ ۵۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک دن دوپہر میں خواب میں دیکھا پراگندہ بال گرد آلود آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس میں خون تھا۔ میں نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین اور اُن کے ساتھیوں کا خون ہے۔ آج میں اس خون کو اٹھاتا رہا۔ آپ فرماتے ہیں میں وہ وقت خیال میں رکھنے لگا تو میں پاتا ہوں کہ سیّدنا امام (رضی اللہ عنہ) شہید کیئے گئے تھے اُسی وقت میں"

پہلی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مقام پر کھڑے ہو کر حوضِ کوثر کو دیکھنے سے آپ کا ناظر ہونا ثابت ہوا جبکہ قبروں میں تشریف لانے اور معرکۂ کربلا میں پہنچنے سے آپ کا حاضر ہونا واضح ہوا۔

لہٰذا

ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی

حیاتُ الانبیاء

امام الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم اور باقی تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اپنی اپنی قبروں میں اپنے اجسامِ مبارکہ کے ساتھ بحیاتِ حقیقی زندہ تشریف فرما ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں رزق ملتا ہے۔ کھاتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ غلاموں کے سلام و کلام کو سُنتے، انہیں پہچانتے، اور جواب سے نوازتے ہیں۔ اپنی اُمّتوں کے اعمال دیکھتے ہیں۔ فریاد خواہوں کی فریاد رسی فرماتے، عاشقوں اور محبوں کو شربتِ دیدار عطا فرماتے اور فیوض و برکات سے سرفراز فرماتے ہیں۔ تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی ایسی حیاتِ مبارکہ مضبوط دلائل سے ثابت ہے۔ اور بالخصوص محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حیات طیّبہ پر قرآن و حدیث سے ایسے صریح دلائل موجود ہیں جن کا انکار نہیں کرے گا مگر وہی شخص جس کے رگ وریشہ میں آپ سے عداوت رچ بس چکی ہو اور شقاوتِ ازلی اس کا ہمیشہ کے لئے مقدر بن چکی ہو۔

پیارے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کی مذکورہ حیات مبارکہ پر اگرچہ کئی آیاتِ کریمہ دلالت کرتی ہیں مگر یہاں صرف دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔

ارشادِ خداوندی جل وعلا ہے:۔

آیت ۱	وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

(الانبیاء، ۱۰۷)

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

وَكَوْنُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِّلْجَمِيْعِ بِاعْتِبَارِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاسِطَةُ فَيْضِ الْاِلٰهِيِّ عَلَى الْمُمْكِنَاتِ عَلٰى حَسْبِ الْقَوَابِلِ ۔ (روح المعانی پ ۱۷ ۔ صـ ۹۶)	اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ تمام ممکنات پر ان کی قابلیت کے مطابق فیضِ الٰہی کا آپ ذریعہ و واسطہ ہیں"۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تمام کائنات کو رحمتِ خداوندی پہنچ رہی ہے۔ اس کا سلسلہ معطّل نہیں ہوا اور اس فیضِ الٰہی کا مسلسل مخلوق تک پہنچنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ رحمتِ الٰہی کے پہنچنے کا ذریعہ یعنی پیارے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم بحیاتِ حقیقی زندہ تشریف فرما ہیں۔

آیت ۲

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (النسآء۔ ۶۴)	اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں"۔

اس آیتِ مبارکہ میں بارگاہِ رسالت پناہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی حاضری کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ کے ساتھ مقیّد نہیں فرمایا بلکہ اسے مطلق رکھا۔ یعنی ایسا شخص جس نے اپنی جان پر ظلم کیا وہ رسول کریم علیہ السّلام کے ظاہری زمانہ میں ہو یا بعد میں بہر حال وہ درِ رسول صلے اللہ علیہ وسلّم پر حاضر ہو کر اللہ کریم سے استغفار کرے تو آپ بھی اس کے لئے استغفار فرمائیں گے

چنانچہ اہلِ اسلام کا یہ معمول چلا آرہا ہے کہ وہ درِ رسالت پر ہمیشہ سے حاضر ہو کر شفاعت مانگتے رہے ہیں اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم اُن کی سفارش فرماتے اور اپنے فیوض و برکات سے نوازتے رہے ہیں۔ اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جو زندہ ہو لہذا پتہ چلا کہ آپ اپنی قبرِ انور میں زندہ تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:-

حدیث نمبر ۱

اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۔ ۵[1]

بیشک تمہارے دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السّلام پیدا کئے گئے اور اس میں ہی ان کا وصال ہوا اور اس میں ہی نفخہ اولیٰ (صور پھونکا جائے گا) اور اس میں ہی نفخہ ثانیہ ہوگا لہذا اس دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جائے گا جبکہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السّلام کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔

۵[1] ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰، ابن ماجہ ص ۱۱۹، نسائی ج ۱ ص ۱۵۴، مستدرک ج ۱ ص ۲۷۸، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۶، سنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۴۹، دارمی ج ۱ ص ۳۰۷، بیہقی کتاب الدعوات الکبیر، حیاۃ الانبیاء للبیہقی ص ۱۰، ابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحہ، والطبرانی فی الکبیر ج ۱ ص ۲۱۷، سعید بن منصور فی سننہ، کتاب الروح ابن قیم، جلاء الافہام ص ۴۲-۷۳ الخ (بمضمونٍ واحد)

ابن ماجہ شریف میں روایت کے الفاظ اس طرح ہیں :-

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ ۔

بیشک اللہ تعالےٰ نے زمین پر انبیاءِ کرام (علیہم السلام) کے جسموں کو کھانا حرام فرمادیا ہے۔ پس انبیائے کرام (علیہم السلام اپنی قبور میں)، زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں"۔

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہُوا کہ امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتے ہیں اس میں کوئی ابہام وخفاء والی بات نہیں۔ حتیٰ کہ پیارے مصطفیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اس ارشاد کہ "تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے"۔ پر صحابۂ کرام نے جب پیش آمدہ اپنا اشکال کہ "ہمارا درُود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ بوسیدہ ہوچکے ہوں گے"۔ عرض کیا تو آپ نے صریح الفاظ میں اُن کے اشکال کو دُور فرمادیا' اور ثابت کر دیا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السّلام کے اجساد قبروں میں بوسیدہ اور ضائع نہیں ہوتے بلکہ سلامت اور زندہ ہوتے ہیں۔ مولوی اسماعیل کا اپنی کتاب نام نہاد "تقویۃ الایمان" میں رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ لکھنا کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" ؏ مذکور صریح حدیث کے خلاف اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کھلا افترا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے بارے ارشاد فرمایا گیا :-

"وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا ۔ اور جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے

؏ تقویۃ الایمان ۱۱۲

؎ ابوداؤد ج۱ ص۱۵۰، دیگر حوالہ جاتِ کتب تفصیلاً گزشتہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔ الخ

فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ ص ۳۲)

وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔"

حدیث ۲

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِہِمْ یُصَلُّوْنَ ۱

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔"

حدیث ۳

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ ۲

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (معراج کی رات) موسٰی پر سے گذرا اور وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

حدیث ۴

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِی السَّلَامَ ۳

بے شک اللہ تعالےٰ کے فرشتے زمین پر گھومتے ہیں اور میری اُمت کا مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔"

حدیث ۵

اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَ

(رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں اہل محبت کا درود سنتا ہوں اور

---

۱ حیات الانبیاء للبیہقی ص ۳۔ شفاء السقام ط ۱۳۴۔ مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۴۷۔ جذب القلوب ص ۱۸۰ ۲ مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۸ مرقات ج ۲ ص ۲۱۲ ۳ نسائی ج ۱ ص ۱۴۳، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۷۔ نوٹ: ملا علی قاری فرماتے ہیں "صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم" یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کی زندگی کی حدیث صحیح ہے الخ

اَعْرِفُهُمْ۔ (مطالع المسرات صہ) انہیں پہچانتا بھی ہوں "۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السّلام اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور سیّد الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بارگاہ میں درود پیش کرنے والا کسی زمانہ میں کہیں پر بیٹھ کر درود پڑھے آپ اُس کا درود سنتے اور اُسے پہچانتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ اپنے روضۂ مقدّسہ میں بحیاتِ حقیقی جلوہ افروز ہیں۔ اور جب ایک اُمّتی شہید ہو کر ہمیشہ کے لئے زندہ ہو سکتا ہے اور اُس کی زندگی میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا تو اس کے نبی بلکہ نبی الانبیا علیہم السّلام کی حیاتِ طیّبہ میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔

شفاعت

شفاعت کا معنی ہے سفارش کرنا یا کسی سے کہنا کہ وہ میرے لئے سفارش اور التجا کرے[1]۔ شرعی اصطلاح میں شفاعت سے مراد یہ ہے کہ مجرم کے ایسے جرم کو جو کہ قابلِ معافی ہو محبّت کی وجہ سے یا خداداد احترام و اعزاز کے باعث یا اللہ تعالےٰ کے اذن اور وعدہ کی بنا پر یا کسی مقبول عمل کے صدقے معاف کرنے کی التجا کی جائے۔ شفاعت کا یہ مفہوم نہیں کہ زبردستی،

[1] اِسْتَشْفَعْتُہٗ اِلٰی فُلَانٍ اَیْ سَاَلْتُہٗ اَنْ یَّشْفَعَ لِیْ اِلَیْہِ (لسان العرب ج صہ ۱۵۱) اس سے میں نے کہا کہ میرے لئے وہ اُس کی طرف سفارش و التجا کرے وَھِیَ السُّؤَالُ فِی التَّجَاوُزِ عَنِ الذُّنُوْبِ وَالْجَرَائِمِ۔ (نہایہ ابنِ اثیر ج ۲ صہ ۴۸۵) شفاعت کا معنی یہ ہے کہ گناہوں اور جرائم سے درگزر کرنے کا سوال کرنا الخ

طاقت اور کسی عہدے کے بَل بوتے پر مجرم کو چھوڑا جائے اور نہ ہی شفاعت کے جائز ہونے سے مقصد یہ ہے کہ شفاعت کے سہارے پر جو چاہے کرتا پھرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایمان پر خاتمہ ہونے کے بعد ممکن ہے کہ کسی طرح کی شفاعت سے مستفید ہو کر جلدی رحمتِ الٰہی سے فیضیاب ہو سکے۔

محشر کے شافعین

میدانِ حشر میں سب سے پہلے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اذن اور عطا کردہ شان و مقام کے ساتھ شفاعت فرمائیں گے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السّلام کے علاوہ علماء، شہداء، قرآن مجید، نماز، روزہ، کعبہ معظمہ اور ننھی عمر میں فوت ہونے والے بچے بھی شفاعت کریں گے۔ یہ شفاعت حق ہے اور کتاب وسُنّت سے ثابت ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

آیت ۱

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی

اور بیشک قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جاؤ گے“۔

(وَالضُّحٰی۔ ۵)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

”اللہ کی قسم (اس سے مراد) وُہ شفاعت ہے جس کا رسُول کریم صلّے اللہ علیہ وسلم کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر عقیدہ رکھنے والوں کے بارے اذن دیا جائے گا حتیٰ کہ آپ فرمائیں گے ”میں راضی ہو گیا“۔ اس آیت کو شفاعت پر محمول کرنا متعیّن ہے اور یہ گنہگاروں کے حق میں شفاعت پر دلالت کرتی ہے۔ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو رسُولِ کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک اُمّتی بھی دوزخ میں

ہوگا۔[1] یعنی جب تک آپ شفاعت فرما کر اُسے بھی رہائی نہ دلا لیں گے آپ راضی نہیں ہوں گے۔

آیت ۲

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل - ۷۹)

قریب ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب آپ کی حمد کریں۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ہے :-

یَحْمَدُکَ فِیْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَ الْاٰخِرُوْنَ وَهُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ[2]

یعنی مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے جس میں اوّلین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :-

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ هِيَ الشَّفَاعَةُ[3]

حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مقام محمود سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد مقام شفاعت ہے۔

آیت ۳

یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا۔ (طٰہٰ ۱۰۹)

اُس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا اور اس کی بات پسند فرمائی۔

---

[1] تفسیر کبیر پ ۳۰ صـ ۲۱۳، ایضاً تفسیر قرطبی ج ۱۹ صـ ۹۶، تفسیر عزیزی پ ۳۰ صـ ۳۶۰ جلالین شریف پ ۳۰ صـ ۵۰۲ [2] تفسیر جلالین صـ ۲۳۵ [3] ترمذی شریف ج ۲، صـ ۱۴۶۔

یعنی قیامت کے دن شفاعت ان کو فائدہ دے گی جنہوں نے کلمۂ طیبہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔ اور چونکہ کافروں نے کلمہ نہ پڑھا، لہٰذا اُن کے حق میں شفاعت نہ ہوگی اور نہ ہی اُن کا کوئی حمایتی اور شفاعت کرنے والا ہوگا، اور نہ ہی ان کو کسی کی شفاعت نفع دے گی۔[1]

کلمہ گو مسلمان جو اپنے جرموں اور کوتاہیوں کی وجہ سے عتابِ الٰہی کے مستحق ہوں گے یا عذابِ جہنّم میں مبتلا ہوں گے وہ باقی شفاعت کرنے والوں کی سفارش اور بارگاہِ خداوندی جَلَّ وعلا میں التجا کرنے سے بھی مستفید ہوں گے اور خاص کر فاتح بابِ الشفاعۃ پیارے مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بھی نوازے جائیں گے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

حدیث ۱

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ[2]

میری شفاعت میری امّت کے کبیرہ (گناہ) والوں کے لئے ہے۔"

حدیث ۲

وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ[3]

میں قیامت کے دن سب سے پہلا شفاعت کرنے والا اور شفاعت قبول کیا گیا ہوں۔ یہ فخر کی بات نہیں۔"

حدیث ۳

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا

[1] جلالین ص ۲۶۵ [2] ترمذی ج ۲ ص ۶۶، ابن ماجہ ص ۳۲۹، ابو یعلیٰ ج ۲ ص ۱۴۷ ج ۳ ص ۳۲۸ [3] ترمذی ج ۲ ص ۲۰۲، ابن ماجہ ص ۳۲۹۔

قَالَ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَ صَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ ؂۱

میں انبیائے کرام علیہم السلام کا امام اور ان کا خطیب اور صاحبِ شفاعت ہوں گا۔ یہ فخر کی بات نہیں۔

حدیث ۴

اُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً ؂۲

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ اور پہلے نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں عام طور پر تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

حدیث ۵

~~قَالَ يُخْرَجُ~~ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ ایک قوم کو دوزخ سے نکالا جائے گا تو وُہ جنّت میں داخل ہوں گے“۔

حدیث ۶

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ وَمِنْهُمْ

محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت سے بعض بڑی جماعتوں کی شفاعت کریں گے بعض قبیلہ کی شفاعت کریں گے بعض ایک گروہ کی شفاعت کریں گے اور بعض ایک آدمی کی حتیٰ کہ تمام جنت میں داخل ہو جائیں گے“۔

؂۱ ابن ماجہ ص۳۳۰، ترمذی ج۲ ص۲۰۲ ؂۲ مشکوٰۃ شریف ص۵۱۲،
بخاری شریف ج۱ ص۹۷

مَنْ یَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰی یَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ ۔ لہ

معلوم ہوا کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے اذن اور عطا سے شفاعت ہوگی اور اس شفاعت کی برکت سے گنہگار جنّت کے مہمان بنیں گے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ شفاعت نہیں ہوگی اور کوئی نبی، ولی، پیر، شہید اور امام شفاعت نہیں کرے گا وہ بھی سچ کہتے ہیں۔۔۔ واقعی کوئی اُن کی شفاعت نہیں کرے گا اور نہ ہی اُن کا کوئی حمایتی و خیر خواہ ہوگا۔ نارِ جہنّم ان کا انجام و مقام ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ۔

لہ ترمذی شریف ج ۲ ص ۷

غیر مقلدین کے سرخیل مولوی وحید الزمان شفاعت کے بارے اپنا عقیدہ یوں لکھتے ہیں:۔ الشفاعۃ حق ثابتۃ للرسل والاخیار کالعلماء والشھداء سیما شفاعۃ سیّدنا و نبیّنا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم لاھل الکبائر من اُمّتہ ومن امم الانبیاء علیھم الصّلوٰۃ والسّلام المرسلین والماضیین فھو صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اول شافع واول مشفع۔ (ہدیۃ المہدی)

شفاعت حق ہے۔ رسولوں اور دیگر اخیارِ اُمّت علماء و شہداء کے لیے ثابت ہے خاص کر رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کہ آپ کی شفاعت اپنی اُمّت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی۔ اور باقی انبیائے کرام علیہم السّلام کی اُمتوں کے گنہگاروں کے لیے بھی آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اور شفاعت قبول کئے گئے ہیں۔

بے مثل محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کا بے مثل ذکر

رسولِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حبیبِ خدا ہیں، امام الانبیاءؑ ہیں۔ اور ایک بے مثل انسان بلکہ انسانیت کی جان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ تعظیم وتکریم کے لائق ہیں۔ کوئی انسان عزّت وعظمت میں آپ کا ہمسر نہیں۔ مخلوقِ خداوندی میں آپ ہی وُہ عظیم ترین انسان ہیں کہ فرشِ زمین پر جن کی حکومت، آسمانوں پر جن کی شاہی، اور عرشِ عُلےٰ پر جن کی بلندیٔ ذکر کا پرچم لہرا رہا ہے۔

اے ذکرِ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہونے والو! ذرا ٹھہر جاؤ! آپ کے ذکر کے آغاز سے پہلے منہ کو مشک وگلاب سے دھولو۔ دلوں کی وادیوں کو عشق ومحبّت کے غنچوں سے معمور کرلو۔ سوزِ صدیقی وعشقِ بلالی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے چراغ اپنے دلوں میں جلاکر پُورے ادب واحترام اور کیف ومستی سے سرشار ہوکر آپ کا ذکر یوں کرو کہ آپ کی عظیم المرتبت ذات کی طرح آپ کا ذکر بھی بے مثال ٹھہرے۔ نہ یوں جیساکہ مولوی اسماعیل بولے کہ "(اُن کی) تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو وُہی کرو"[۱]۔ جیسا ہر قوم کا چوہدری اور گاؤں کا زمیندار۔ سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی اُمّت کا سردار ہے"[۲]۔ معاذ اللہ

اب غور فرمائیں کہ انبیائے کرام علیہم السّلام کو عام بشروں میں داخل کرنا جن میں شامل ہونے کو ایسا مولوی بھی اپنی توہین جانے، یا

---

[۱] تقویۃ الایمان ص ۱۱۵ [۲] ایضاً

اُن نفوسِ قدسیہ کو گاؤں کے چوہدری یا سردار کے معنی میں لینا شقاوتِ قلبی، توہینِ نبوّت اور بد عقیدگی کی دلیل نہیں تو کونسا ایمان کا حصّہ ہے۔

اسماعیلی عقائد کے مزید کرشمے

مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ "اولیاء، انبیاء امام زادے، پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وُہ سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر اللہ نے اُن کو بڑائی دی، وُہ بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا۔ ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ سو اُن کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے"۔ [1]

اس عبارت میں باقی حضرات کے ساتھ انبیائے کرام علیہم السّلام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور انبیائے کرام علیہم السّلام کی جماعت میں حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ اور اس مذکورہ عقیدہ میں انبیائے کرام علیہم السّلام کو بڑے بھائی قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا باقی انبیائے کرام علیہم السّلام کے ساتھ ساتھ ایسے عقیدہ کے مطابق امام الانبیاء حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم بھی بڑے بھائی ثابت ہوئے۔ اور یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جس کا وجود نہ صحابہ کرام کے زمانہ میں تھا اور نہ تابعین و تبع تابعین کے ادوار میں۔ اور نہ ہی ایسے عقیدہ کا کوئی اتہ پتہ قرآن و حدیث سے چلتا ہے کہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بس بڑا بھائی

---

[1] تقویۃ الایمان ص۱۱۱۔

کہا اور پکارا جائے۔ بلکہ قرآن مجید تو رسولِ مکرم و معظم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے غلاموں کے رشتے کو یُوں بیان فرماتا ہے:۔

آیت ۱:۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ [1]

"یہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) ایمان والوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں"۔

رسُولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ازواجِ مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپ رُوحانی باپ (صلے اللہ علیہ وسلم)۔ لہٰذا مسلمان کا رشتہ آپ کے ساتھ بھائی والا نہیں بلکہ اُمتی اور اولاد ہونے کا ہے۔ کیونکہ اگر بھائی ہونے کا رشتہ تصور کیا جائے تو آپ کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں نہیں رہتیں بلکہ ایک بھائی کی بیویاں ہونے کی حیثیّت سے بھاوج قرار پاتی ہیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ بھاوج کے ساتھ کسی وقت نکاح کرنا بھی جائز ہو جاتا ہے۔

اور مصطفےٰ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کے بعد نکاح کرنا قطعاً جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

آیت ۲:۔ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ؕ [2]

اور تمہیں لائق نہیں کہ رسُول اللہ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ کہ اُن کے بعد کبھی اُن کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک تمہاری یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے

[1] الاحزاب ۶۔ [2] الاحزاب ۵۳۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں :-

لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّنْکِحَ اِمْرَأَۃً مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَیَاتِہٖ اِنْ طَلَّقَ وَلَا بَعْدَ مَوْتِہٖ ھِیَ حَرَامٌ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ مِثْلَ حُرْمَۃِ اُمِّہٖ۔[1]

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے ساتھ کسی مومن کے لئے حلال نہیں کہ وُہ نکاح کرے اگرچہ آپ ظاہری حیاتِ طیبہ میں طلاق دیں۔ اور نہ ہی آپ کے پردہ فرمانے کے بعد۔ وُہ ماں کے حرام ہونے کی طرح ہر مومن پر حرام ہیں"۔

معلوم ہوا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم بڑے بھائی نہیں جلیل القدر نبی اور روحانی باپ ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں :-

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ۔[2]

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہارے لئے مانند والد (باپ) کے ہوں"۔

قرآن و حدیث سے واضح ہوا کہ آپ کی تعظیم ایک بڑے بھائی یا عام انسان کی سی نہیں بلکہ روحانی باپ اور امام الانبیاء (صلے اللہ علیہ وسلم) کے منصب و مقام کے اعتبار سے کرنی چاہیے۔

---

[1] درمنثور ج ۵ صفحہ ۱۸۳۔ [2] مسند ابی عوانہ ج ۱ صفحہ ۲۔

بے مثل بیویاں

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ۔ اے نبی کی بیبیو! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں "۔

اس آیت مبارکہ میں ازواج مطہرات کا عورتوں میں بے مثل ہونا بیان فرمایا گیا - اور یہ عظمت ان پاک بیبیوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میسر آنے اور آپ کے حرم پاک ہونے کی برکت سے حاصل ہوئی ہے - اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ جب مصطفیٰ کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ تعلق اور آپ کے فیض و برکت کے سبب اُمّہات المؤمنین رضی اللہ تعالےٰ عنہنّ عورتوں میں بے مثل اور بے نظیر ہیں تو خود منبعِ فیوض و برکات بے مثل و بے مثیل کیوں نہیں (صلے اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلّم) -

قرآن مجید کا لفظی ترجمہ سمجھنے اور پڑھنے کیلئے
ترجمہ قرآن مجید کا نام
نور العرفان
یاد رکھیں
اور
اپنے قریبی بک سٹال سے حاصل فرمائیں
ناشر: مکتبہ قادریہ ، میلاد مصطفےٰ چوک
سرکلر روڈ گوجرانوالہ

نورانیّت و بشریّت

اہلِ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نُور بھی ہیں اور بشر بھی۔ نہ ہی آپ کی نُورانیت کا انکار کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی بشریّت سے فرار۔ نُور ایسے ہیں کہ نوری مخلوق میں آپ کی مثال نہیں۔ اور بشر ایسے کہ نوعِ انسان میں کوئی آپ کے مثل نہیں۔ آپ اصلِ کائنات ہیں۔ یعنی تمام مخلوق سے پہلے آپ ہی کے نور کو پیدا فرمایا گیا۔ تو جب سیّدنا آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا گیا تو اس نُور کو آپ کی پُشت مبارک میں منتقل کیا گیا۔ پھر یہ نور باپوں کی پاک پشتوں اور ماؤں کے پاک رحموں میں یوں منتقل ہوتا آیا کہ وُہ مبارک گھڑی آ پہنچی کہ یہ نور شانِ رحمۃ للعالمین کے ساتھ ختمِ نبوّت کا تاج سجائے، لباسِ بشریت میں ملبوس ہو کر حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے گھر تشریف لے آیا۔ و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

آیت ۱	قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ (المائدہ ۱۵)	بیشک جلوہ گر ہوا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔"

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں سیّد المفسّرین حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "یعنی محمّد صلے اللہ علیہ وسلم" نور سے مُراد جناب محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس)

علامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

یَعْنِیْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ اَنَارَ اللّٰہُ بِہِ الْحَقَّ وَاَظْهَرَ بِہِ الْاِسْلَامَ وَمَحَقَ بِہِ الشِّرْکَ فَهُوَ نُوْرٌ لِّمَنِ اسْتَنَارَ بِہٖ یُبَیِّنُ الْحَقَّ۔

(تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۱۰۴)

نور سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن فرمایا اور اس کے ساتھ اسلام کو غالب و ظاہر کیا اس کے ساتھ شرک کو مٹایا پس وہ اس کے لئے نور ہے جس نے اس کے ساتھ روشنی حاصل کی ظاہر کرتا ہے حق کو"

آیت ۲

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ط

(النور۔ ۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ"

امام ابن جریر اس آیت کریمہ میں مَثَلُ نُوْرِہٖ سے مراد کے بارے نقل فرماتے ہیں :-

(۱) جَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِلَی کَعْبِ الْاَحْبَارِ فَقَالَ لَہٗ حَدِّثْنِیْ عَنْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیۃ فَقَالَ کَعْبٌ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ مَثَلُ

حضرت ابن عباس کعب الاحبار کے پاس آئے تو انہیں فرمایا میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیۃ کے بارے بیان کریں تو کعب نے کہا یہ مَثَلُ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمِشْكَاةٍ ۔	نُوْرِہٖ سیّدنا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ہے "۔
(۲) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ فِيْ قَوْلِهٖ مَثَلُ نُوْرِهٖ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (تفسیر ابن جریر ج ۱۸ ص ۱۰۶)	حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مَثَلُ نُوْرِہٖ کے بارے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس سے مراد سیّدنا محمّد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں "۔

پیارے بھائیو! ان آیات مبارکہ اور ان کی معتبر تفاسیر سے صاف طور پر پتہ چلا کہ خالق کائنات نے اپنے پیارے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو نور ہونے کا شرف عطا فرمایا اور آپ کی تشریف آوری کے بارے فرمایا کہ "تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب "۔

اب اس کے بعد ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ والئ کونین صلے اللہ علیہ وسلّم خود اپنی نورانیت کے بارے کیا ارشاد فرماتے ہیں :۔

حدیث ۱	اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ ۔	سب سے پہلے جو شے اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمائی وُہ "میرا نور" تھا "۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت صلے اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ :۔

حدیث ۲	بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَخْبِرْنِيْ عَنْ اَوَّلِ	میرے ماں باپ آپ پر قربان ! مجھے بتا دیجئے کہ تمام چیزوں سے

لہ تفسیر روح البیان ج ۱، ص ۵۴۸ ۔ تفسیر نیشا پوری ج ۱ ص ۵۵ ۔ (باقی بر صفحہ ۹۶)

شَیْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَآءِ قَالَ یَاجَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَآءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِہٖ ۔الخ	پہلے اللہ تعالےٰ نے کس شے کو پیدا فرمایا۔ آپ نے فرمایا اے جابر بیشک اللہ تعالےٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا"۔
حدیث ۳: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ [۲]	حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟ فرمایا کہ جب آدم علیہ السّلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے"۔

معلوم ہوا کہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نورِ نظر حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم شانِ نبوت کے ساتھ کائنات کی ہر شے سے پہلے موجود تھے۔ اور اُس وقت بھی موجود تھے جس وقت ابھی بشریت کا

---

[۱] بقیہ از صـ ۹۵) مدارج النبوۃ جـ ۲ صـ ۲ ؛ عطر الوردہ صـ ۲۴ از مولوی ذوالفقار علی دیوبندی۔ آفتابِ نبوت از قاری طیب صـ ۲۱۹ ۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جـ ۱ صـ ۱۴۰ ۔ نشر الطیب صـ ۶ ۔ فتاوٰی رشیدیہ جـ ۲ صـ ۱۳۴ ۔ (صفحہ ھذا) [۱] دلائل النبوۃ بیہقی صـ ۔ زرقانی جـ ۱ صـ ۴۶ ۔ المورد الروی صـ ۲۳ مطالع المسرات صـ ۲۱۰ نشر الطیب صـ ۶ مصنف عبد الرزاق ۔ [۲] ترمذی شریف جـ ۲ صـ ۲۰۲

مادہ بھی موجود نہ تھا۔

سایہ نہ تھا کوئی بشر ایسا نہیں جس کا سایہ نہ ہو مگر رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا لباسِ بشریت میں ملبوس ہونے کے باوجود سایہ زمین پر دکھائی نہ دیتا تھا۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بے مثل ہیں۔ چنانچہ دیگر کئی آئمۂ اُمت کے علاوہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ قَالَ ابْنُ سَبُعٍ مِنْ خَصَائِصِہٖ اِنَّ ظِلَّہٗ کَانَ لَا یَقَعُ عَلَی الْاَرْضِ وَاِنَّہٗ کَانَ نُوْرًا وَّکَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ اَوِ الْقَمَرِ لَا یُنْظَرُ لَہٗ ظِلٌّ قَالَ بَعْضُھُمْ وَیَشْھَدُ لَہٗ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ دُعَآئِہٖ وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا ۔

(خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۸)

بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ سورج (کی دھوپ) اور چاند (کی چاندنی) میں دیکھا نہیں جاتا تھا۔ اور ابنِ سبع نے کہا کہ مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع نہ ہوتا تھا۔ اور بیشک آپ نور تھے۔ اور جب سورج (کی دھوپ) یا چاند (کی چاندنی) میں آپ چلتے تو آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا۔ اور بعض نے کہا کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کہ "اے اللہ مجھے نور بنا دے" اس پر گواہ ہے۔

بے مثل بشر اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِيْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۳)

علیہ وسلم نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے " بیشک میں رات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایت میں ہے :۔

قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ۔ فرمایا بیشک میں تمہارے مثل نہیں ہوں"

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہٗ اور اُم المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایات میں الفاظ اس طرح ہیں :۔

اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ۔ بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں "

(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۳)

صحاح ستہ کی اول درجہ کی کتاب بخاری شریف کی ان صریح روایات سے معلوم ہوا کہ عام مسلمان تو درکنار، جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کوئی پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہے اور نہ ہی آج کسی کو یہ حق حاصل کہ وہ کہتا پھرے کہ میں رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مثل ہوں۔ یا پکارتا پھرے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری مثل ہیں۔ یاد رہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا کہنا کافروں کی بولی ہے جیسا کہ قرآن مجید بیان فرماتا ہے :۔

آیت ۱	فَقَالَ الْمَلَاُ	تو نوح علیہ السلام) کی قوم کے

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا الآیہ
هود - ۲۷

"سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تمہیں اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کے بارے جو کافروں نے کہا قرآن حکیم بیان فرماتا ہے :-

آیت ۲

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ط
(المؤمنون ۳۳-۳۴)

"یہ تو نہیں مگر تم جیسا بشر، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے۔ اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔"

اندازہ کیجئے۔ یہ مذکورہ بیانات جن کو قرآن حکیم بیان فرمارہا ہے "کافروں کی بولیاں تھیں جو آج نام نہاد توحید کے علمبرداروں کو وراثت میں ملی ہوئی ہیں"۔ اور یہ لوگ وراثت میں ملنے والی اس دولت کو اُسی طرح استعمال کر رہے ہیں جیسے وُہ پہلے لوگ کرتے تھے۔ یعنی اپنے اکابرین کی طرح یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ہماری طرح بشر ہے۔ وُہ بھی کھاتا تھا ہم بھی کھاتے ہیں۔ وُہ بھی پیتا تھا، ہم بھی پیتے ہیں۔ وُہ بھی سوتا اور جاگتا تھا، ہم بھی یہ کرتے ہیں۔ اُس نے بھی شادی کی ہم بھی شادیاں کرتے ہیں۔ اس کی اولاد تھی ہماری بھی ہے۔ اس کے دو ہاتھ، ہمارے بھی دو ہاتھ۔ اس کے دو قدم

ہمارے بھی دو قدم۔ مماثلت کا دم اس ذات پاک کے ساتھ بھرتا ہے جس نے واشگاف الفاظ میں فرمادیا "تم میں سے میری مثل کون ہے"۔ اور ان جیسا ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کرتا جن بدبختوں کے ساتھ اس کا عقیدہ ملتا ہے۔

نوری لباسِ بشریت میں

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرٰی عَلَیْہِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا یَعْرِفُہٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ۔ الخ

(مشکوٰۃ شریف ص۱۱)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے اُن پر سفر کے آثار ظاہر نہ تھے۔ اور ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا۔ یہانتک کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے لگا دیئے اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے"۔

یہ آنے والے سید الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جن کے

نوری ہونے پر نہ کوئی شک ہے نہ شکوہ، نہ کسی کو اعتراض اور نہ کوئی فتویٰ۔ مگر جب آپ بشری لباس میں آئے تو سفید لباس زیب تن ہے، سخت کالے کالے بال ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھٹنوں کے ساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھتے ہیں اور اپنی ہتھیلیاں اپنے زانو پر رکھ دیتے ہیں۔ اور کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوتے ہیں[1]۔

معلوم ہوا کہ نور کا اوصاف بشریہ کو اختیار کر لینا ممکن و ثابت ہے اور بشریت و نورانیت کوئی متضاد چیزیں نہیں کہ یہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

شُبہ: قرآن مجید میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دو میں تم جیسا بشر ہوں۔

معلوم ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں لہٰذا اپنے جیسا بشر کہہ سکتے ہیں۔

ازالہ: یاد رہے کہ یہ ارشاد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اُمتی کو اس میں تعلیم نہیں دی گئی کہ تم کہو ہمارے جیسے بشر ہیں۔ ان الفاظ کا آپ سے کہلوانا آپ کی کمال عاجزی و انکساری پر دلالت کرتا ہے۔ اور دُنیا بھر میں یہ رواج

---

[1] تفسیر قرطبی ج ۱۱ ص ۹۰؛ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۸۔

ہے کہ بادشاہ توازرہِ شفقت اور اپنی عاجزی کی بناپر کسی کو کہہ ہی دیتا ہے کہ اے دوست ! اے ساجن ! اے بھائی۔ مگر اُس سے کوئی حق حاصل نہیں ہوتا کہ بادشاہ کی شفقت و عاجزی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ویسا ہی کہنا شروع کر دے۔

ختمِ نبوّت

ایک مسلمان پر جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید، پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوّت پر ایمان رکھنا فرض ہے اسی طرح آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے بارے یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی بعثت کے بعد آپ کے ظاہری زمانہ طیّبہ میں یا تا قیامِ قیامت کوئی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔ اور اس دوران جو کوئی نبوت کا دعوٰی کرے یا ایسے شخص کو کوئی نبی مانے یا اس کے دعوائے نبوت کے بارے کوئی کسی قسم کی تاویل کرے وُہ قطعی کافر و مرتد ہے۔ اور جو ایسے شخص کے کفر میں شک کرے وُہ بھی شرعاً بالیقین کافر ہے۔ اور رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہونا قرآن و حدیث کے واضح دلائل سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ الآیہ [1] — ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے "

---

[1] الاحزاب ۔ ۴۰

اور مصطفےٰ کریم صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔

حدیث ۱

فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ[۱]

(یعنی)، میں وُہ (آخری)، اینٹ ہوں اور میں انبیاء سے پچھلا نبی ہوں"۔

حدیث ۲

سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ[۲]

رسُولِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (نبوّت کے محل) کی وُہ آخری اینٹ ہوں میں نے (اپنی تشریف آوری کے بعد) انبیاء (کی آمد) کا سلسلہ ختم فرمادیا ہے"۔

حدیث ۳

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے:۔

وَاِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ کَذَّابُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ[۳]

مصطفےٰ کریم صلّے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور بیشک میری اُمّت میں تیس ۳۰ بڑے بڑے جھوٹے ہوں گے ہر ایک اُن میں سے دعوٰی کرے گا کہ میں اللہ کا نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیّین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

---

[۱] بخاری شریف ج۱ ص۵۰۱؛ مسلم شریف ج۲ ص۲۴۸ [۲] مسلم شریف ج۲ ص۲۴۸
[۳] ترمذی ج۲ ص۴۵؛ ابوداؤد ج۲ ص۲۲۸۔

حدیث ۱۲ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔[۱]

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک رسالت اور نبوّت ختم ہو چکی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ؛

معلوم ہوا کہ جناب رسولِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے آخری نبی ہیں[۲] (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ کے بعد نبوّت کا دعوے کرنے والے جھوٹے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے علمِ غیب سے ایسے جھوٹوں کو بھی جانتے تھے اور اُن کی تعداد کو بھی۔

۱؎ ترمذی شریف ج ۲ ص ۵۳۔ ۲؎ یہ تو مسلمانانِ اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیّت کے مطابق مصطفٰے کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو ہی آخری نبی بنایا ہے۔ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے مگر دیوبندی وہابی عقیدہ یہ ہے کہ (اللہ تعالےٰ) ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی، جن اور فرشتے، جبرائیل اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے برابر پیدا کر ڈالے۔ تقویۃ الایمان ص ۶۷ یعنی اس عقیدہ کے مطابق رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ جیسا ایک ہی نہیں کروڑوں نبی پیدا ہو سکتے ہیں معاذ اللہ۔ بانی مدرسۂ دیو بند لکھتے ہیں۔ "سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنٰی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق زمانہ کے بعد ہے اور آپ (باقی بر ص

باقی بر ص)

بدمذہبوں سے اجتناب

کائنات میں اگرچہ اہم رشتہ ماں باپ کا اولاد کے ساتھ اور اولاد کا ماں باپ کے ساتھ تصوّر کیا جاتا ہے۔ مگر اس رشتہ سے اہم تر رشتہ اور تعلق ایک اُمتی کا اپنے نبی کے ساتھ ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس قدر جس ذات کے ساتھ تعلق قریبی اور قوی ہوتا ہے اُسی قدر اُس کے دوستوں سے محبت اور دشمنوں سے نفرت و عداوت مضبوط ہوتی ہے۔ مخلوقِ خداوندی میں رسُولِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ذاتِ پاک سے بڑھ کر مومن کی محبوب اور کوئی ذات نہیں لہٰذا اس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبّوں اور محبوبوں سے پیار کرے، آپ کے اور آپ کے غلاموں کے دشمنوں کو بدل و جان دشمن جانے اُن کی مجلسوں اور اُن کے ساتھ رشتہ ناطہ لین دین،

(بقیہ از صـ) سب میں آخری نبی ہیں الخ (تحذیر الناس صـ ۵-۶) دوسری جگہ لکھتے ہیں "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیّت محمّدیہ میں فرق نہ آئے گا" (تحذیر الناس صـ ۲۶)
یعنی ان کے نزدیک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری نبی ہونا یہ ایک عوامی خیال ہے اور آپ علیہ السّلام کے بعد (معاذ اللہ) نبی آسکتا ہے۔
دیکھ لیجئے۔ مرزا قادیانی جیسے جھُوٹے مدعیانِ نبوت کے لیے کس طرح نبوّت کا دروازہ کھولا گیا ہے۔

معاملات اور دیگر پروگراموں میں شرکت کو زہر قاتل خیال کرے۔ اس لیے کہ یہ ظالم لوگ ہیں، ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق جان و ایمان کے لئے خطرے سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

آیت ۱: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ الآیہ (ہود ۱۱۳)

"اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔"

آیت ۲: وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (المائدہ ۵۱)

"اور تم میں جو کوئی اُن سے دوستی رکھے گا تو وُہ اُن میں سے ہے۔ بیشک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔"

آیت ۳: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (الانعام ۶۸)

"پس یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔"

مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

حدیث ۱: اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ وَاِنْ لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا

بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو اُن کی بیمار پرسی نہ کرو۔ اگر مرجائیں تو اُن کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ اُن سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو۔ اُن کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو۔ اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اُن کے

عَلَيْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ ۱؎ ساتھ شادی بیاہ نہ کرو۔ اُن کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔ اور اُن کے ساتھ نماز نہ پڑھو"۔

حدیث ۲ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يُفْتِنُوْنَكُمْ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸) اُن (بدمذہبوں) سے دُور رہو اور انہیں اپنے سے دُور رکھو۔ کہیں وُہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وُہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں"۔

پتہ چلا کہ کوئی بھی بدمذہب و بدعقیدہ اس لائق نہیں کہ اس کی مجلس اختیار کی جائے۔ یا اس کے ساتھ دوستی اور تعلقات قائم کرتے ہوئے شریکِ غم و الم ہو۔ اُس کی بدعقیدگی کی بُنیاد انکارِ توحیدِ باری ہو یا انکارِ ختمِ نبوّت۔ یا رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے علمِ غیب و اختیارات اور نورانیت جیسے کمالات سے انکار کا اُس کے گلے میں طوق پڑ چکا ہو۔ یا اہلبیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باغی و دشمن ہو۔

خبردار۔ خبردار! ایسے لوگوں سے بچو۔ ان سے دُور بھاگو۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی اور دنیا و آخرت میں کامیابی اسی میں ہے۔

۱؎ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸، ابن ماجہ ص ۱۰، عقیلی ج ۱ ص ۱۲۶، ابن حبان ج ۱ ص ۱۸۷۔ شفاء ج ۲ ص ۲۶۶، غنیۃ الطالبین ص ۲۸۸، السُنّہ ص ۴۸۳، عرفان شریعت ص ۱-۵۰۔

مسئلہ

وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ اور ایصالِ ثواب

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جو اعتقادی اور عملی بیماریاں جنم لے چکی تھیں اُن میں سے ایک بیماری یہ تھی کہ لوگ جب جانور ذبح کرتے تھے تو ذبح کے وقت اپنے بتوں کے نام پکارتے اور اُن کے ناموں پر ذبح کرتے۔ چونکہ مشرکینِ عرب کا یہ طریقہ مزاجِ اسلام کے خلاف تھا لہٰذا ان کے اس فعل کو ناجائز قرار دیتے ہوئے ایسے مذبوح جانور کو حرام فرمایا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ (المائدہ ۳)

"تم پر حرام ہے مردار اور خون، اور سؤر کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔"

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں صاحبِ خازن فرماتے ہیں :۔

يَعْنِىْ مَاذُكِرَ عَلٰى ذَبْحِهٖ غَيْرُ اسْمِ اللّٰهِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْعَرَبَ فِى الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يَذْكُرُوْنَ اَسْمَاءَ اَصْنَامِهِمْ عِنْدَ الذَّبْحِ فَحَرَّمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ۔ الخ

(تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۶۱)

"یعنی وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام ذکر کیا گیا۔ اور یہ اس لئے کہ عرب جاہلیت میں ذبح کے وقت اپنے بتوں کے نام ذکر کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس چیز کو حرام فرمایا۔"

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں :-

وَكَانُوا يَقُولُونَ عِنْدَ الذَّبْحِ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَحَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۳۳)

مشرک ذبح کے وقت کہتے تھے "بسم اللات والعزّٰی" تو اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرما دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جانور تب ہی حرام ہوگا جب ذبح کرتے وقت اُس پر اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام ذکر کیا جائے گا۔ محض کسی اللہ کے پیارے پیغمبر، ولی، شہید کی طرف اُس کی نسبت کر دینے سے وُہ حرام نہیں ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ایسی نسبت اور اس سے مقصود خدا تعالیٰ کے پیاروں کی بارگاہوں میں ثواب کا پہنچانا ہے جو کہ رسولِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :-

حدیث ۱

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّضَحِّيَ اشْتَرٰى كَبْشَيْنِ عَظِيْمَيْنِ سَمِيْنَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ فَذَبَحَ اَحَدَهُمَا عَنْ اُمَّتِهٖ لِمَنْ شَهِدَ لِلّٰهِ بِالتَّوْحِيْدِ وَشَهِدَ لَهٗ

جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم قربانی کرنے کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے سینگ والے چتکبرے خصی دو مینڈھے خریدتے ایک اپنی امّت کے اس فرد کی طرف سے ذبح فرماتے جس نے اللہ کی توحید اور آپ کے تبلیغ فرمانے کی گواہی دی۔ اور دُوسرا

بِالْبَلَاغِ وَذَبَحَ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَعَنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — اپنی اور اپنی آل کی طرف سے"۔

(ابن ماجہ ص۲۳۲)

سیدہ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا ذبح کرکے فرمایا :-

حدیث ۲ — اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ — اے اللہ! اس کو میری طرف سے اور میری آل کی طرف سے اور میری اُمّت کی طرف سے قبول فرما"۔

(مسلم ج۲ ص۱۵۶؛ ابوداؤد ج۲ ص۳۰)

حضرت حنش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

حدیث ۳ — رَاَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهٗ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِيْ اَنْ اُضَحِّيَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّيْ عَنْهُ — میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ یہ کیا (معاملہ) ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیّت فرمائی تھی کہ ان کی طرف سے قربانی کروں۔ تو میں حضور علیہ السلام کی طرف سے قربانی کرتا ہوں"۔

(ابوداؤد ج۲ ص۲۹۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۲۸)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ فوت ہو گئی ہے:۔

حدیث ۱۲

فَاَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِیْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۶۔ طبرانی کبیر ج ۶ ص ۲۱)

تو کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنؤاں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کا کنواں ہے۔"

معلوم ہوا کہ کسی جانور یا اور شے کی ایصالِ ثواب کی غرض سے کسی کی طرف نسبت کر دینا نہ ناجائز ہے اور نہ بدعت اور نہ ہی ایسا کرنے سے وہ جانور یا دوسری شے حرام ہو جائے گی ورنہ نام نہاد "موحدین" کے عقیدے کہ "جس شے پر غیرِ خدا کا نام بولا جائے حرام ہے"۔ کے مطابق سرزمینِ خداوندی پر کسی چیز کا حلال رہ جانا مشکل ہو جائے گا۔ یعنی کسی نے پوچھا یہ گاڑی کس کی؟ جواب ملا فلاں کی، گاڑی پر غیر خدا کا نام آگیا۔۔۔ یہ زمین کس کی؟ یہ مکان کس کا؟ یہ مدرسہ کس کا؟ یہ کپڑا کس کا؟ جس جس کا ہوگا وہی غیر اللہ!! کیا یہ چیزیں حرام ہو گئیں! اور ایسا کہنا شرک ہو گیا؟ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تسلیم کرنا ہوگا کہ اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ جو کہ مذکورہ دلائل سے ثابت ہے برحق ہے۔

یعنی کسی چیز پر کسی کا ذکر کر دینا جائز ہے اور اس سے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی۔ جیسا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آل اور اُمّت کا ذکر فرمایا، یا جناب علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے قربانی کی اور قربانی پر آپ کا ذکر کیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ مرحومہ کو ایصالِ ثواب کے لیے کنواں کھدوا کر اس پر اپنی والدہ کا ذکر یوں کیا کہ "یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے" یعنی ان کے ایصالِ ثواب کے لیے ہے۔ یہاں دیگر کئی امور کے علاوہ اس بات کا بھی پتہ چلا کہ دُنیا والوں کے صدقات و خیرات وغیرہ کا ثواب دنیا سے جانے والوں کو پہنچتا ہے اور ان چیزوں کا وُہ نفع پاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میری والدہ فوت ہوگئی ہے :۔

حدیث ۵

اَیَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ لِیْ مَخْرَفًا وَاُشْهِدُكَ اَنِّیْ قَدْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۴۵)

اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا آپ نے فرمایا ہاں۔ اُس نے عرض کیا میرا ایک باغ ہے اور میں آپکو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔"

اولادِ رسولِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مصطفٰے کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولادِ امجاد میں چار بیٹیاں اور باختلافِ روایات ایک سے زائد بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :۔

آیت
یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ الآیۃ (الاحزاب ۵۹)

اے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگٹ نکال لیا کریں"۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعہ ص ۵۱۰)

قرآن مجید کی اس آیتِ کریمہ میں لفظ "بنات" بنت کی جمع ہے جس کا ترجمہ اہلِ سُنّت وجماعت مکتبِ فکر کے علماء کے علاوہ مذکور شیعی ترجمہ کی طرح تمام مکاتبِ فکر کے علماء "بیٹیوں" ہی کرتے ہیں' اور یہی اس کا حقیقی معنیٰ ہے۔ اور اسی معنیٰ ہی میں اس کا کثرتِ استعمال ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ لفظ بنات کے حقیقی معنیٰ کو چھوڑ کر کوئی دُوسرا معنیٰ مُراد لیا جائے۔ اس سے پتہ چلا کہ سردارِ دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ چنانچہ نامور مفسّرِ قرآن حافظ ابن کثیر' رسولِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلےٰ آلہٖ وسلم کی اولادِ امجاد کے بارے یُوں تحریر فرماتے ہیں :۔

فَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وُلِدَ لَهُ الْقَاسِمُ وَ

اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مصطفٰے کریم علیہ الصّلوٰۃ

الطَّیِّبُ وَالطَّاهِرُ مِنْ خَدِیْجَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فَمَاتُوْا صِغَارًا وَوُلِدَ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مِنْ مَارِیَۃَ الْقِبْطِیَّۃِ فَمَاتَ اَیْضًا رَضِیْعًا وَکَانَ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ خَدِیْجَۃَ اَرْبَعُ بَنَاتٍ زَیْنَبُ وَرُقَیَّۃُ وَاُمُّ کُلْثُوْمٍ وَفَاطِمَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ فَمَاتَ فِیْ حَیَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ وَتَاَخَّرَتْ فَاطِمَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا۔

(تفسیر ابنِ کثیر ج ۳ ص ۴۹۲)

والسّلام کے بیٹے قاسم، طیب اور طاہر پیدا ہوئے تو وہ بچپن میں انتقال فرما گئے۔ حضرت ماریہ قبطیہ سے آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی تو وہ بھی دُودھ پیتے پردہ فرما گئے۔ اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی چار بیٹیاں تھیں، حضرت زینب رقیّہ، ام کلثوم اور سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ۔ تین صاحبزادیاں تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیاتِ طیّبہ میں انتقال فرما گئیں اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما رہیں۔

اکابر شیعہ علماء کے نزدیک بھی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ چنانچہ شیعہ مکتبِ فکر کی مستند اور مشہور کتاب "اصُولِ کافی" میں ہے:۔

وَتَزَوَّجَ خَدِیْجَۃَ وَھُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً فَوُلِدَ لَہٗ مِنْھَا قَبْلَ مَبْعَثِہِ الْقَاسِمُ

مصطفےٰ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیس سال سے زائد عمر شریف میں

وَ رُقَیَّۃُ وَ زَیْنَبُ وَ اُمُّ کُلْثُوْمٍ وَ وُلِدَ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْمَبْعَثِ وَالطَّیِّبُ وَ الطَّاھِرُ وَالْفَاطِمَۃُ عَلَیْھَا السَّلَامُ۔ (اصول کافی ج۱ ص۴۳۹)

نکاح فرمایا۔ اور اُن کے شکمِ اطہر سے اعلانِ نبوّت سے پہلے قاسم، رقیہ، زینب، اُم کلثوم پیدا ہوئے۔ اور اعلانِ نبوّت کے بعد طیّب، طاہر اور سیّدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السّلام کی ولادت ہوئی۔"

اسی طرح شیعہ مذہب کے مشہور اور معتبر عالم ملّا محمد باقر اصفہانی لکھتے ہیں کہ "تمام کے تمام علماء اس امر پر متفق ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں"۔ (مراۃ العقول ج۲ ص۲۵۲)

حدیث قَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَبَا بَنَاتٍ۔ (فروع کافی ج۲ ص۵۲)

"رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کئی بیٹیوں کے باپ تھے"۔

حدیث امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے شکم سے پیدا ہونے والی اولاد طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب تھی۔ (حیات القلوب ج۲ ص۵۵۹)

حرمتِ ماتم

ماتم کے معنی ہیں سوگ کرنا، غم کھانا، رونا اور پیٹنا۔(۱) شریعتِ مطہرہ میں کسی کی وفات پر تین روز تک سوگ کرنا اور آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں۔ عورت شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن سوگ و غم کرے۔ مگر پیٹنا، چہرے پر طمانچے مارنا، سینہ کوبی کرنا، بین اور واویلا کرنا کسی حالت میں جائز نہیں۔ جنگِ اُحد کے موقع پر مسلمانوں کا جو جانی و مالی نقصان ہوا دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت جناب مصطفےٰ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو شہید کیا گیا حتیٰ کہ آپ کا مُثلہ[۲] کیا گیا جس سے رسُول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زبردست صدمہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم اندوہناک سانحے پر اپنے محبوب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:۔

آیت ۱ [۳]

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝

اور اے محبوب (علیہ السلام) تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو۔

مصیبت آجانے پر صبر کرنے والوں کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

۱؎ لسان العرب ج ۱۲ ص ۴۔ ۲؎ مُثلہ یعنی ناک، کان وغیرہ کاٹ کر شکل بگاڑنا۔ ۳؎ النحل ۱۲۷

آیت ۲و۳	وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ	اور خوشخبری سُنا اُن صبر کرنے والوں کو کہ جب اُن پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا

پھر آگے ارشاد ہوتا ہے :۔

آیت ۴	اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ [۱]	یہ لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی درُودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں "۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے رحمتوں اور درُودوں کے مستحق وہی لوگ ٹھہرتے ہیں جو مصیبت آنے پر صبر کرتے ہیں ۔ اور جو ایسا نہیں کرتے اُن کے اعمال تباہ ہوجاتے ہیں اور بارگاہِ رسالت علیہ السّلام سے اُن کا رشتہ ناتمام ہوجاتا ہے ۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں :۔

حدیث	وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعٰى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ [۲]	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مُنہ پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا پکارنا پکارے (نوحہ کرے) وُہ ہم سے نہیں "۔

---

[۱] البقرۃ ۱۵۵ تا ۱۵۷ ۔ [۲] مشکوٰۃ شریف صـ ۱۵۰ ۔

شیعہ مکتبِ فکر کی مشہور کتاب "فروع کافی" میں سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے :-

حدیث

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِهٖ۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔"

نبیِ غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

"میری امت تہتر ملتوں میں بٹ جائے گی۔ ایک ملت کے سوا سب جہنمی ہوں گے۔"

نجات پانے والی جماعت کے بارے صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے سوال کیا تو رسولِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اہلسنت و جماعت[2] ہے۔

---

[1] فروع کافی ص ۲۲۴، ج ۳ - [2] احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۶۱، الملل والنحل ج ۱ ص ۳

امامت وخلافت

تمام اُمّت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام و رُسل عظام علیٰ نبینا و علیہم السلام کے بعد سب سے افضل و برتر امام الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے خلیفۂ اوّل اور آپ کی اُمّت کے پہلے امام حضور سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کے بعد سیّدنا فاروق اعظم پھر حضرت عثمان غنی اور چوتھے خلیفہ و امام سیّدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں چنانچہ قرآن مجید ان چاروں حضرات کا ترتیب وار ذکر یوں فرماتا ہے:۔

آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا (الآیہ) (سورۃ الفتح۔ آیت ۲۹)

"محمّد اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تُو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے۔"

سیّد المفسّرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس مقام پر فرماتے ہیں کہ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ سے مراد جناب ابوبکر ہیں، اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ سے حضرت عمر مراد ہیں، رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ سے مراد سیّدنا عثمان غنی اور تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ عنہم ہیں۔ (تفسیر ابن عباس زیرِ آیت مذکورہ)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کا ذکر فرمایا تو مذکورہ ترتیب کے ساتھ پہلے چار کا ذکر فرمایا:۔

حدیث ۱

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ وَعُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ وَعُثْمٰنُ فِی الْجَنَّۃِ وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ وَطَلْحَۃُ فِی الْجَنَّۃِ وَالزُّبَیْرُ فِی الْجَنَّۃِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِی الْجَنَّۃِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ فِی الْجَنَّۃِ وَسَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ فِی الْجَنَّۃِ وَاَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِی الْجَنَّۃِ۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۵)

یعنی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، اور ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ

سیّدِ عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:۔

حدیث ۲

فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۰)

میرے بعد ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالےٰ عنہم) کی اقتدا کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنا عقیدہ یوں بیان فرماتے ہیں:۔

حدیث ۳

کُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ اَفْضَلُ اُمَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَہٗ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۵)

ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (ظاہری) حیاتِ طیبہ میں کہا کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام کے بعد آپ کی اُمت میں افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان۔ رضی اللہ عنہم

گستاخِ رسُول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی سزا و انجام

رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں معمولی گستاخی بھی بہت بڑا گناہ اور ایمان کی تباہی و بربادی کا باعث ہے۔ اور ایسے گستاخ کا انجام اللہ تعالیٰ خطرناک کرتا ہے۔ چنانچہ بارگاہِ رسالت علیہ السلام کے عظیم دشمن اور گستاخ ابولہب اور اس کی بیوی کے بارے ارشاد ہوتا ہے :۔

آیت نمبر ۱۵

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ؕ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ؕ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ؕ (لہب)

تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وُہ تباہ ہو ہی گیا۔ اُسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھاتی اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسّہ۔"

گستاخی و بے ادبی ایک زبردست اذیّت ہے اور رسُول کریم صلّے اللہ علیہ وسلم کو اذیّت پہنچانے والوں کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

آیت نمبر ۱۶

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (التوبہ - ۶۱)

وُہ جو رسُول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

اور فرماتا ہے :-

آیت ۷

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (الاحزاب ۵۷)

"بیشک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسُول (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کو ایذا دیتے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں، اور اللہ نے اُن کے لیئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

پیارے مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے یا آپ کو عیب لگانے اور آپ کی شان میں تنقیص کرنے والا مرتد ہے اور اُس کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے :-

حدیث ۱

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُّتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۴۹)

بیشک رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے سال اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ خود پہنے ہوئے تھے۔ جب آپ نے اس کو اُتارا تو ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی کہ ابنِ خطل کعبہ کے پردہ سے لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو"۔

یہ بدبخت، مصطفٰی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا گستاخ تھا، مرتد ہو گیا تھا۔ رسُولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی شعروں میں توہین کرتا اور اس نے

دو باندیاں بھی اسی لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ آپ کی شان کے خلاف گائیں۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اُسے قتل کردیا گیا۔ ایک اور روایت میں ہے :۔

حدیث ۲؎ كَذَّبَ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَبَعَثَ عَلِيًّا وَّالزُّبَيْرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِيَقْتُلَاهُ ؎۱

ایک شخص نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا تو آپ نے حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا کہ اُسے قتل کر دیں"۔

حدیث ۳؎ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ارْتَدَّ عَنْ دِيْنِهٖ فَاقْتُلُوْهُ ؎۲ (مصنّف عبدالرزاق ج۵ ص۱۱۱)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دین (اسلام) سے پھرے تو اُسے قتل کر دو"۔

؎۱ الشفاء للعیاض ج۲ ص۱۹۵؛ شرح شفا لملا علی القاری ج۲ ص۴۰۷؛ دلائل النبوت ج۶ ص۲۸۴؛ مصنّف عبدالرزاق ج۵ ص۲۶۱۔

؎۲ وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ لَا شَكَّ وَلَا شُبْهَةَ فِيْ كُفْرِ شَاتِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ اسْتِبَاحَةِ قَتْلِهٖ وَهُوَ الْمَنْقُوْلُ عَنِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ۔ (فتاوٰی شامی ج۳ ص۳۲۱) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے کفر اور قتل کے مستحق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چاروں مذاہب کے ائمہ کرام سے یہی منقول ہے۔ (باقی بر صفحہ ۱۲۴)

اصلی سُنّی تقویۃ الایمان

اور

وہابی دیوبندی تقویۃ الایمان میں فرق کا :

اجمالی خاکہ

وہابی جو کوئی کسی سے یہ معاملہ (یعنی بارگاہِ خداوندی میں کسی نبی علیہ السلام اور ولی کو وکیل یا سفارشی سمجھنے کا) کرے گو اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے "سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں"۔ (تقویۃ الایمان ص۳۳)

سُنّی اللہ تعالیٰ کے کسی پیارے نبی علیہ السلام یا ولی کو اس کی بارگاہ میں وکیل یا سفارشی سمجھنا اور انہیں اُس کی بارگاہ سے حاصل شدہ عزّت و شرف کی بنا پر وسیلہ جاننا جائز اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور جو قرآن و حدیث کے واضح دلائل کو نہ مانے "سو ابوجہل اور وہ انکار میں برابر ہیں"۔

(بقیہ از ص۱۲۳) **اجماعِ اُمّت** :- قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں لَاَجْمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی قَتْلِ مُتَنَقِّصِہٖ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَسَابِّہٖ۔ (شفاء شریف ج۲ ص۲۱۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے اور آپ کی ذاتِ والا صفات میں نقص نکالنے والے کے قتل پر اُمّت کا اتفاق ہے"۔

وہابی اصل توحید نایاب (ہے)۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۹)

سُنّی بحمدہٖ تعالیٰ اصل توحید موجود ہے۔ اگر اصل توحید نایاب ہو تو پھر ایسا عقیدہ رکھنے والے کے نزدیک اس کے اپنے سمیت موحد و مسلمان کوئی نہ رہا۔

وہابی "سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔" (تقویۃ الایمان ص ۵۳)

سُنّی غیب کا دریافت کرنا یہ بندے کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ دریافت نہیں کرتا۔ ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ غیب دریافت کرنے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں آتا ہے، دریافت کرنے سے پہلے اس کے علم میں نہیں ہوتا نیز چاہے تو وہ دریافت کرے چاہے تو بے خبر رہے، والعیاذ باللہ۔ جبکہ اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ علیم و بصیر ہے عالم الغیب والشہادہ ہے کائنات کا ہر ذرہ اُس کے علم میں ہے کوئی شَے اس سے غیب نہیں، اس کا علم ازلی ابدی ہے۔

وہابی غیب کی بات سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن ۔الخ (تقویۃ الایمان ص ۵۵)

سُنّی اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیائے کرام علیہم السّلام غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ بالخصوص اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلّم کو تو اللہ تعالےٰ نے مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کا علم عطا فرمایا ہے۔

وہابی دست گیری کرنی، بُرے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی، پیر، شہید کی، کسی بھوت، پری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی اور کو ایسا تصرّف ثابت کرے ..... سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۶)

سُنّی اللہ تعالیٰ کی عطا و فضل سے مصیبت کے وقت دست گیری کرنے، مدد کو پہنچنے کا اختیار و تصرّف انبیائے کرام علیہم السّلام اور دیگر محبوبانِ خدا علیہم الرضوان کو حاصل ہے۔ اور اس تصرّف کا جائز ہونا دلائلِ شرعیہ اور عملِ سلف و خلف سے ثابت ہے۔ "سو جو کوئی ایسے جائز امور کا اعتقاد رکھنے یا ان پر عمل کرنے والے کسی مسلمان کو مشرک کہے وہ خود کافر اور بے ایمان ہو جاتا ہے۔

وہابی ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۳)

سُنّی ظاہر ہے کہ بڑی مخلوق انبیائے کرام علیہم السّلام اور اُن کے بعد اولیائے کرام علیہم الرضوان ہیں۔ اور یہ تمام حضرات اپنی اپنی جگہ تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ و ارفع مقامات پر فائز ہیں۔ اور جو کوئی جس قدر زیادہ پرہیزگار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق وہ اسی قدر اس کی بارگاہ میں زیادہ عزّت والا ہوتا ہے ذلیل نہیں ہوتا لہٰذا بارگاہِ خداوندی کے ایسے معزّز و مقرب حضرات کو ذلیل کہنا اُن کی صریح توہین و بے ادبی ہے۔ اور ایسا عقیدہ و نظریہ رکھنے والا بے ادب و گستاخ اور خود ذلیل ترین شخص ہے۔

وہابی جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۸۲)

سُنّی جس پیارے مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا حبیب ہونے کا شرف عطا فرمایا اور اُن کے سر پر ختمِ نبوّت کا تاج سجایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے کائنات میں متصرف و مختار

ہیں۔ کوئی چیز ان کے دائرۂ اختیار سے باہر نہیں۔

وہابی "سواس۔ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔" (تقویۃ الایمان صـ۱۱۱)

سُنّی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم حبیب خدا، رسولِ برحق اور اُمّت کا روحانی باپ ہونے کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر کیجئے اور بڑے بھائی کی تعظیم ہی نہیں اس کی ذات کو مصطفٰے کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاکِ پا پر قربان کیجئے اور یاد رکھیے بڑے بھائی کی بیوی بھاوجہ ہوتی ہے جو اگر بیوہ ہو تو اس کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں جبکہ سرکار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہّرات مومنوں کی مائیں ہیں اور اُن سے نکاح حرام قطعی ہے۔

وہابی اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی، جنّ اور فرشتے جبرائیل (علیہ السلام)، اور محمّد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم)، کے برابر پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان صـ۶۷)

سُنّی اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیّت اور نظام کے مطابق ایک جبرائیل علیہ السّلام اور ایک ہی محمّد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا فرمایا۔ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور جبرائیل علیہ السّلام کو ملائکہ پر سرداری کا شرف عطا فرمایا۔ اگر ان کے برابر کسی کے بارے پیدا ہونے کا دعوٰی کیا جائے تو مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور جبرائیل علیہ السّلام ملائکہ کے سردار نہیں رہتے

لہٰذا اُن کے برابر پیدا نہ کرنا ہی مشیّت و مقصودِ الٰہی ہے جبکہ کروڑوں پیدا کرنے کی صورت میں کذب لازم آئے گا جو سخت عیب ہے اور ذاتِ باری اس سے پاک ہے۔

وہابی

(حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا) یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان ص۱۱۲)

سُنّی

اِس عبارت سے صاف رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے ادبی و گُستاخی ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ مذکورہ الفاظ مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں بلکہ نام نہاد "تقویۃ الایمان" کے مصنّف کے ہیں۔ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اِن الفاظ کو غلط منسوب کر کے مصنّف اس حدیث کا مصداق قرار پایا ہے کہ آپ نے فرمایا مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (ابنِ ماجہ ص۵) جو مجھ پر جھوٹ باندھے وُہ اپنا ٹھکانا جہنّم بنا لے"۔

انبیائے کرام علیہم السّلام مٹی میں ملنے والے نہیں بلکہ اپنے مقدّس اجساد سمیت اپنی قبروں میں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ابن ماجہ شریف ص۱۱۹۔

"مر کر مٹی میں ملنے والا" ایسا گستاخانہ بیہودہ انداز ہے جس کو دیوبندی وہابی اپنے کسی مرنے والے معمولی مولوی کے متعلق بھی استعمال نہیں کرتے۔

اعلیحضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی (۸۶ ـــــ ۹۲) کے بامحاورہ ترجمۂ قرآن

کنزالایمان

کے ساتھ سلیس اُردو میں عام فہم لفظی ترجمہ

المسمّٰی بہ

نورالایمان

عبدالرحمٰن

علامہ مُفتی محمد رضا المصطفٰی ظریف القادری

ھدیہ فی پارہ ۱۵/ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ قادریہ
میلادِ مصطفٰے چوک۔ سرکلر روڈ۔ گوجرانوالہ